لغزشِ پا کو ہے بلد ، نغمۂ یاعلیٰ مدد
ٹوٹے گر آئنہ اسدؔ سبحے کو خوں بہا سمجھ

●

ردیف ی

دل ہی نہیں کہ منّتِ درباں اٹھائیے
کس کو وفا کا سلسلہ جنباں اٹھائیے

تا چند داغ بیٹھیے ، نقصاں اٹھائیے
اب چار سوئے عشق سے دوکاں اٹھائیے

صد جلوہ روبرو ہے جو مژگاں اٹھائیے
طاقت کہاں کہ دید کا احساں اٹھائیے

ہستی فریب نامۂ موجِ سراب ہے
یک عمر نازِ شوخیِ عنواں اٹھائیے

ہے سنگ پر براتِ معاشِ جنونِ حق
یعنی ہنوز منّتِ طفلاں اٹھائیے

ضبطِ جنوں سے ہر سرِ مو ہے ترانہ خیز
یک نالہ بیٹھیے تو نیستاں اٹھائیے

طرزِ خراشِ نالہ سرشکِ نمک اثر
لطفِ کرم بدولتِ مہماں اٹھائیے

دیوار بارِ منّتِ مزدور سے ہے خم
اے خانماں خراب نہ احساں اٹھائیے

یا میرے زخمِ رشک کو رسوا نہ کیجیے
یا پردۂ تبسمِ پنہاں اٹھائیے

انگور سعیِ بے سر و پائی سے سبز ہے
غالبؔ بدوشِ دلِ خُمِ مستاں اٹھائیے

●

[1] ہے بزمِ بتاں میں سخن آزردہ لبوں سے
تنگ آئے ہیں ہم ایسے خوشامد طلبوں سے

۱۔ اس غزل کے حاشیے پر موٹے قلم سے بد خط شکستہ میں حسب ذیل سات ابیات اقل ہوئے ہیں :

مسجد کے زیرِ سایہ خرابات چاہیے
بھوں پاس آنکھ قبلۂ حاجات چاہیے

وہ بات چاہتے ہو کہ جو بات چاہیے
صاحب کے ہم نشیں کو کرامات چاہیے

عاشق ہوئے ہیں آپ بھی اک اور شخص پر
آخر ستم کی کچھ تو مکافات چاہیے

دے داد اے فلک دلِ حسرت پرست کی
ہاں کچھ نہ کچھ تلافیِ مافات چاہیے

سیکھے ہیں مہ رخوں کے لیے ہم مصوّری
تقریب کچھ تو بہرِ ملاقات چاہیے

مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو
اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیے

نشو و نما ہے اصل سے غالبؔ فروع کو
خاموشی ہی سے نکلے ہے جو بات چاہیے

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

ہے دورِ قدح وجہِ پریشانیِ صہبا
یک بار لگا دو خُمِ مے میرے لبوں سے

کیا پوچھے ہے بر خود غلطیہائے عزیزاں
خواری کو بھی اک عار ہے عالی نسبوں سے

رندانِ درِ میکدہ گستاخ ہیں زاہد
زنہار نہ ہونا طرف ان بے ادبوں سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اس کے بعد اگلے صفحے کے حاشیے پر اسی خط میں ذیل کے تین شعر درج ہیں :

ہے رنگِ لالہ و گل و نسریں جدا جدا
ہر رنگ میں بہار کا اثبات چاہیے

سر پائے خُم پہ چاہیے ہنگامِ بیخودی
رو سوئے قبلہ وقتِ مناجات چاہیے

یعنی بحسبِ گردشِ پیمانۂ صفات
عارف ہمیشہ مستِ مئے ذات چاہیے

تیس برس پہلے کے جو اشارات مجھے اِس وقت میسر ہیں ، اُن میں یہ آخرالذکر تین شعر ترتیبِ بالا سے درج ہیں لیکن اول الذکر سات شعروں کے متعلق افسوس ہے کہ میں نے یہ احتیاط ملحوظ نہیں رکھی - صرف شعر ۲ کے متعلق یقین ہے کہ وہ اپنے صحیح مقام پر درج ہوا ہے - چنانچہ اس دوسرے شعر نیز مطلع اور مقطع سے قطع نظر باقی چار شعروں کی ترتیب اُس وقت تک مشتبہ رہے گی جب تک ہندوستان کے احباب میں سے کوئی صاحب قلمی نسخے سے رجوع فرما کے اس مسئلے کو حل نہیں کر دیں گے -

گو تم کو رضا جوئیِ اغیار ہے لیکن
جاتی ہے ملاقات کب ایسے سببوں سے

بیدادِ وفا دیکھ کہ جاتی رہی آخر
ہرچند مری جان کو تھا ربط لبوں سے

مت پوچھ اسد غصہ[1] کم فرصتیِ زیست
دو دن بھی جو کاٹے تو قیامت تعبوں سے

●

غمِ دنیا سے گر پائی بھی فرصت سر اٹھانے کی
فلک کا دیکھنا تقریب تیرے یاد آنے کی

کھلے گا کس طرح مضموں مرے مکتوب کا یارب
قسم کھائی ہے اس کافر نے کاغذ کے جلانے کی

لکدکوبِ حوادث سے نہ سر بر ہو سکی آخر
مری طاقت کہ ضامن تھی بتوں کے ناز اٹھانے کی

لپٹنا پرنیاں میں شعلۂ آتش کا پنہاں ہے
ولے مشکل ہے حکمت دل میں سوزِ غم چھپانے کی

انھیں منظور اپنے زخمیوں کا دیکھ آنا تھا
اٹھے تھے سیرِ گل کو ، دیکھنا شوخی بہانے کی

۱- قلمی نسخے میں یوں ہی ہے ، اگرچہ مفتی انوار الحق کے نسخے میں کسی کارکن کی سہل انگاری کی وجہ سے ''غصہ'' کے بجائے ''وعدہ'' چھپ گیا ہے - نسخۂ عرشی میں بھی ''وعدہ'' درج ہے - معلوم ہوتا ہے کہ عرشی صاحب نے یہاں مفتی انوارالحق کے مطبوعہ نسخے پر انحصار کیا ہے -

ہماری سادگی تھی ، التفاتِ ناز پر مرنا
ترا آنا نہ تھا ظالم ، مگر تمہید جانے کی

کہوں کیا خوبیِ اوضاعِ ابنائے زماں **غالب**
بدی کی اُس نے جس سے ہم نے کی تھی بارہا نیکی

●

[1] بساطِ عجز میں تھا ایک دل یک قطرہ خوں وہ بھی
سو رہتا ہے بہ اندازِ چکیدن سر نگوں وہ بھی

رہے اُس شوخ سے آزردہ ہم چندے تکلف سے
تکلف بر طرف ، تھا ایک اندازِ جنوں وہ بھی

مئے عشرت کی خواہش ساقیِ گردوں سے کیا کیجے
لیے بیٹھا ہے اک دو چار جامِ واژگوں وہ بھی

مجھے معلوم ہے جو تو نے میرے حق میں سوچا ہے
کہیں ہو جائے جلد اے گردشِ گردونِ دوں وہ بھی

۱- چھ ابیات کی اس غزل کے حاشیے پر یہ تین شعر موٹے قلم سے بد خط شکستہ میں درج ہیں :

خیالِ مرگ کب تسکیں دلِ آزردہ کو بخشے
مرے دامِ تمنا میں ہے اک صیدِ زبوں وہ بھی
نہ کرتا کاش نالہ ، مجھ کو کیا معلوم تھا ہمدم
کہ ہوگا باعثِ افزایشِ دردِ دروں وہ بھی
نظر راحت پہ میری کر نہ وعدہ شب کے آنے کا
کہ میری خواب بندی کے لیے ہوگا فسوں وہ بھی

نہ اتنا بُرشِ تیغ جفا پر ناز فرماؤ
مرے دریائے بیتابی میں ہے یک[1] موجِ خوں وہ بھی

اسد ہے دل میں دردِ اشتیاق و شکوۂ ہجراں
خدا وہ دن کرے جو اُس سے میں یہ بھی کہوں وہ بھی

●

پھونکتا ہے نالہ ہر شب صور اسرافیل کی
ہم کو جلدی ہے مگر تو نے قیامت ڈھیل کی

کی ہیں کس پانی سے یاں **یعقوب** نے آنکھیں سفید
ہے جو آبی پیرہن ہر موج رودِ **نیل** کی

عرش پر تیرے قدم سے ہے دماغِ گردِ راہ
آج تنخواہِ شکستن ہے کُلہ **جبریل** کی

مدعا درپردہ یعنی جو کہوں باطل سمجھ
وہ فرنگی زادہ کھاتا ہے قسم **انجیل** کی

خیر خواہِ دید ہوں از بہرِ دفعِ چشم زخم
کھینچتا ہوں اپنی آنکھوں میں سلائی نیل کی

نالہ کھینچا ہے سراپا داغِ جرأت ہوں **اسد**
کیا سزا ہے میرے جرمِ آرزو تاویل کی

۱- قلمی نسخے کے متن میں ''یکموج'' لکھا ہے۔ (متداول نسخوں میں ''اک موج'' معروفِ عام ہے)۔

●

کیا ہے ترکِ دنیا کاہلی سے
ہمیں حاصل نہیں بے حاصلی سے

خراجِ دیہہِ ویراں یک کفِ خاک
بیاباں خوش ہوں تیری عاملی سے

پرافشاں ہو گئے شعلے ہزاروں
رہے ہم داغ ، اپنی کاہلی سے

خدا یعنی پدر سے مہرباں تر
پھرے ہم دربدر ناقابلی سے

اسد قربانِ لطفِ جورِ **بیدل**
خبر لیتے ہیں ، لیکن بیدلی سے

●

حاصل سے ہاتھ دھو بیٹھ اے آرزو خرامی
دل جوشِ گریہ میں ہے ڈوبی ہوئی اسامی

کرتے ہو شکوہ کس کا ، تم اور بے وفائی
سر پیٹتے ہیں اپنا ، ہم اور نیک نامی

صد رنگ گل کترنا ، درپردہ قتل کرنا
تیغِ ادا نہیں ہے پابندِ بے نیامی

طرفِ سخن نہیں ہے مجھ سے خدا نکردہ
ہے نامہ بر کو اس سے دعوائے ہم کلامی

طاقت فسانۂ باد ، اندیشہ شعلہ ایجاد
اے غم ہنوز آتش ، اے دل ہنوز خامی

ہرچند عمر گزری آزردگی میں لیکن
ہے شرحِ شوق کو بھی جوں شکوہ ناتمامی

ہے یاس میں **اسد** کو ساقی سے بھی فراغت
دریا سے خشک گزری مستوں کی تشنہ کامی

●

نگہ اس چشم کی افزوں کرے ہے ناتوانائی
پرِ بالش ہے وقتِ دیدِ مژگانِ تماشائی

شکستِ قیمتِ دل آں سوئے عذرِ شناسائی
طلسمِ ناامیدی ہے خجالت گاہِ پیدائی

تحیّر ہے گریباں گیرِ ذوقِ جلوہ پیرائی
ملی ہے جوہرِ آئینہ کو جوں بخیہ گیرائی

پرِ طاؤس ہے نیرنگِ داغِ حیرت انشائی
دو عالم دیدۂ بسمل چراغاں جلوہ پیمائی

شرارِ سنگ سے پا در حنا گلگونِ شیریں ہے
ہنوز اے تیشۂ فرہاد عرضِ آتشیں پائی

غرورِ دستِ رد نے شانہ توڑا فرقِ ہُدہُد پر
سلیمانی ہے ننگِ بے دماغانِ خود آرائی

جنون افسردہ و جاں ناتواں اے جلوہ شوخی کر
گئی یک عمرِ خودداری بہ استقبالِ رعنائی

نگاہِ عبرت افسوں ، گاہ برق و گاہ مشعل ہے
ہوا ہر خلوت و جلوت سے حاصل ذوقِ تنہائی
خدایا! خوں ہو رنگِ امتیاز اور نالہ موزوں ہو
جنوں کو سخت بیتابی ہے تکلیف شکیبائی
جنونِ بیکسی ساغر کشِ داغِ پلنگ آیا
شرر کیفیتِ مے ، سنگ عرضِ نازِ مینائی
خراباتِ جنوں میں ہے اسدؔ وقتِ قدح نوشی
بعشقِ ساقیِ کوثر بہارِ بادہ پیمائی

●

کیا تنگ ہم ستم زدگاں کا جہان ہے
جس میں کہ ایک بیضۂ مور آسمان ہے
ہے کائنات کو حرکت تیرے ذوق سے
پرتو سے آفتاب کے ذرّے میں جان ہے
کی اُس نے گرم سینۂ اہلِ ہوس میں جا
آوے نہ کیوں پسند کہ ٹھنڈا مکان ہے
ہے بارے اعتمادِ وفاداری اس قدر
ہم بھی اسی میں خوش ہیں کہ نامہربان ہے
بیٹھا ہے جو کہ سایۂ دیوارِ یار میں
فرماں روائے کشورِ ہندوستان ہے
کیا خوب تم نے غیر کو بوسہ نہیں دیا
بس چپ رہو ، ہمارے بھی منہ میں زبان ہے

دہلی کے رہنے والو اسد کو ستاؤ مت
بے چارہ چند روز کا یاں میہمان ہے

●

درد سے میرے ہے تجھ کو بیقراری ہائے ہائے
کیا ہوئی ظالم تری غفلت شعاری ہائے ہائے
تیرے دل میں گر نہ تھا آشوبِ غم کا حوصلہ
تُو نے پھر کیوں کی تھی میری غمگساری ہائے ہائے
کیوں مری غمخوارگی کا تجھ کو آیا تھا خیال
دشمنی اپنی تھی میری دوستداری ہائے ہائے
عمر بھر کا تو نے پیمانِ وفا باندھا تو کیا
عمر کو بھی تو نہیں ہے پائداری ہائے ہائے
شرمِ رسوائی سے جا چھپنا نقابِ خاک میں
ختم ہے اُلفت کی تجھ پر پردہ داری ہائے ہائے
گلفشانی ہائے نازِ جلوہ کو کیا ہو گیا
خاک پر ہوتی ہے تیری لالہ کاری ہائے ہائے
زہر لگتی ہے مجھے آب و ہوائے زندگی
یعنی تجھ سے تھی اسے ناسازگاری ہائے ہائے
ہاتھ ہی تیغ آزما کا کام سے جاتا رہا
دل پہ اک لگنے نہ پایا زخمِ کاری ہائے ہائے
خاک میں ناموسِ پیمانِ محبت مل گئی
اُٹھ گئی دنیا سے راہ و رسمِ یاری ہائے ہائے

کس طرح کاٹے کوئی شب ہائے تارِ برشکال
ہے نظر خو کردۂ اختر شماری ہائے ہائے
گوش مہجورِ پیام و چشم محرومِ جمال
ایک دل تس پر یہ ناامیدواری ہائے ہائے
گر مصیبت تھی تو غربت میں اٹھا لیتے اسد
میری دہلی ہی میں ہونی تھی یہ خواری ہائے ہائے

●

سرگشتگی میں عالمِ ہستی سے یاس ہے
تسکیں کو دے نوید کہ مرنے کی آس ہے
لیتا نہیں مرے دلِ آوارہ کی خبر
اب تک وہ جانتا ہے کہ میرے ہی پاس ہے
کیجے بیاں سرورِ تپِ غم کہاں تلک
ہر مو مرے بدن پہ زبانِ سپاس ہے
پی جس قدر ملے شبِ مہتاب میں شراب
اس بلغمی مزاج کو گرمی ہی راس ہے
ہے وہ غرورِ حسن سے بیگانۂ وفا
ہر چند اس کے پاس دلِ حق شناس ہے
کیا غم ہے اس کو جس کا علی سا امام ہو
اتنا بھی اے فلک زدہ کیوں بے حواس ہے
ہر اک مکاں کو ہے مکیں سے شرف اسد
مجنوں جو مر گیا ہے تو جنگل اداس ہے

●

[۱] اگر خامشی سے فائدہ اخفائے حال ہے
خوش ہوں کہ میری بات سمجھنا محال ہے
کس کو سناؤں حسرتِ اظہار کا گلہ
دل فردِ جمع و خرچِ زباں ہائے لال ہے
کس پردے میں ہے آئنہ پرداز اے خدا
رحمت کہ عذر خواہِ لبِ بے سوال ہے
ہے ہے خدا نخواستہ وہ اور دشمنی
اے ذوق، منفعل، یہ تجھے کیا خیال ہے
عالم بساطِ دعوتِ دیوانگی نہیں
دریا زمیں کو عرقِ انفعال ہے
مشکیں لباس کعبہ علی کے قدم سے جان
نافِ زمین ہے نہ کہ نافِ غزال ہے
[۱] پہلو تہی نہ کر غم و اندوہ سے اسد
دل وقفِ درد کر کہ فقیروں کا مال ہے

●

نظر بہ نقصِ گدایاں کمالِ بے ادبی ہے
کہ خارِ خشک کو بھی دعوئ چمن نسبی ہے

۱- اس غزل کے حاشیے پر یہ دوسرا مقطع لکھا ہے (موٹا قلم، بد خط، شکستہ):
ہستی کے مت فریب میں آ جائیو اسد
عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے

ہوا وصال سے شوقِ دلِ حریص زیادہ
لبِ قدح پہ کفِ بادہ جوشِ تشنہ لبی ہے
خوشا وہ دل کہ سراپا طلسمِ بے خبری ہو
جنون و یاس و الم رزقِ مدّعا طلبی ہے
تم اپنے شکوے کی باتیں نہ کھود کھود کے پوچھو
حذر کرو مرے دل سے کہ اس میں آگ دبی ہے
چمن میں کس کے یہ برہم ہوئی ہے بزمِ تماشا
کہ برگ برگِ سمن شیشہ ریزۂ حلبی ہے
امامِ ظاہر و باطن ، امیرِ صورت و معنی
علی ولی اسد اللہ جانشینِ نبی ہے
اسد یہ درد و الم بھی تو مغتنم ہے کہ آخر
نہ گریۂ سحری ہے ، نہ آہِ نیم شبی ہے

●

بسکہ زیرِ خاک با آبِ طراوت راہ ہے
ریشے سے ہر تخم کا دلو اندرونِ چاہ ہے
عکسِ گلہائے سمن سے چشمہ ہائے باغ میں
فلسِ ماہی آئنہ پردازِ داغِ ماہ ہے
واں سے ہے تکلیفِ عرضِ بیدماغیہائے دل
یاں صریرِ خامہ مجھ کو نالۂ جانکاہ ہے
حسن و رعنائی میں وہمِ صد سر و گردن ہے فرق
سرو کے قامت پہ گل یک دامنِ کوتاہ ہے

رشک ہے آسایشِ اربابِ غفلت پر **اسد**
پیچ و تابِ دل نصیبِ خاطرِ آگاہ ہے

●

[1] بسکہ چشم از انتظارِ خوش‌خطاں بے نور ہے
یک قلم شاخِ گلِ نرگس عصائے کور ہے
ہوں تصور ہائے ہمدوشی سے بدمستِ شراب
حیرتِ آغوشِ خوباں ساغرِ بلّور ہے

۱- (ا) اس مطلع کے بجائے حاشیے پر (موٹا قلم ، بد خط شکستہ) یہ دوسرا مطلع درج ہے اور متن میں درج شدہ مطلع کے دونوں مصرعوں پر اسی خط میں ''لا - لا'' لکھا ہے :
بزمِ خوباں بسکہ جوشِ جلوہ سے پُر نور ہے
پُشتِ دستِ عجز یاں ہر برگِ نخلِ طور ہے
(ب) اس غزل کے حاشیے پر یہ تین شعر درج ہیں (موٹا قلم ، بد خط شکستہ) :
ہے ز پا افتادگی نشہ پیائی مجھے
بے سخن تبخالۂ لب دانۂ انگور ہے
آگ سے پانی میں بجھتے وقت اٹھتی ہے صدا
ہر کوئی درماندگی میں نالے سے مجبور ہے
واں ہے تکلیفِ عرضِ بے دماغی اور اسد
یاں صریرِ خامہ مجھ کو نالۂ رنجور ہے
شعر نمبر ۱ اور شعر نمبر ۳ کے پہلے مصرعے بداہتہً ساقط الوزن ہیں - اس قسم کی کوتاہیوں کے باعث موٹے قلم کے بد خط محرر کی کور ذوقی ثابت ہوتی ہے اور یہ گمان گزرتا ہے کہ یہ غالب
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

ہے عجب مُردوں کو غفلت ہائے اہل دہر سے
سبزہ جوں انگشتِ حیرت در دہانِ گور ہے
حسرت آبادِ جہاں میں ہے الم غم آفریں
نوحہ گویا خانہ زادِ نالۂ رنجور ہے
کیا کروں غمہائے پنہاں لے گئے صبر و قرار
دزد گر ہو خانگی تو پاسباں مجبور[1] ہے
[2]ہو جہاں اورنگ آرا جانشینِ مصطفیٰ[2]
واں اسد تختِ سلیماں نقشِ پائے مور ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
کی نہیں ، کسی اور شخص کی تحریر ہے - مفتی انوار الحق کے نسخے میں پہلے شعر کے مصرعِ اول کو یوں اصلاح دی گئی ہے :

ہے ز پاافتادگی ہی نشہ پیمائی مجھے

اور تیسرے شعر کے مصرع اول کو بطریق ذیل :

ہے وہاں تکلیفِ عرضِ بے دماغی اور اسد

صورتِ اول میں مفتی صاحب کی اصلاح قبول کی جا سکتی ہے ، لیکن دوسری صورت میں ''ہے تکلیف'' کے دونوں لفظ بد خط کاتب نے اس طرح ساتھ ساتھ لکھے ہیں کہ ان کے درمیان ''وہاں'' کا دخل بہ تکلف ہی ممکن ہے -

۱- عرشی : ''معذور'' (بجائے ''مجبور'') -
۲- اس مقطع کے دونوں مصرعوں میں حاشیے پر موٹے قلم سے شکستہ خط میں ''جس جگہ ہو مسند آرا'' اور ''اس جگہ'' بنایا گیا ہے - مفتی انوار الحق نے اس اصلاح کو اپنے مطبوعہ نسخے کے متن میں جگہ دی ہے -

●

[1]رفتارِ عمر قطعِ رہِ اضطراب ہے
اِس سال کے حساب کو برق آفتاب ہے
ظاہر ہے طرزِ قید سے صیّاد کی غرض
جو دانہ دام میں ہے سو اشکِ کباب ہے
مینائے مے ہے سروِ نشاطِ بہار سے[2]
بالِ تدرو جلوۂ موجِ شراب ہے
بے چشمِ دل نہ کر ہوسِ سیرِ لالہ زار
یعنی یہ ہر ورقِ ورقِ انتخاب ہے

۱- اس غزل کے حاشیے پر موٹے قلم سے یہ دو شعر (بد خط ، شکستہ) لکھے ہیں :

زخمی ہوا ہے پاشنہ پائے ثبات کا
نے بھاگنے کی گوں ، نہ اقامت کی تاب ہے
جادادِ بادہ نوشیِ رنداں ہے شش جہت
غافل گماں کرے ہے کہ گیتی خراب ہے

دوسرے شعر کے پہلے مصرع کا اسلا بد خط شکستہ لکھنے والے نے یوں کیا ہے :

جانداد بادہ نوشئی زنداں ہے ششجہت

''جانداد'' سے قطع نظر ''زنداں'' کا ''زند'' حاشیے میں بہت نمایاں ہے - اندریں حالات موٹے قلم کے شکستہ اندراجات کو غالب کی تحریر ماننا ناممکن معلوم ہوتا ہے -

۲- ۱۹۳۸ع کے لیے ہوئے اشارات مجھے یہ نہیں بتاتے کہ قلمی نسخے میں اس مصرع کی کیا صورت ہے - مطبوعہ نسخے میں
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

نظّارہ کیا حریف ہو اُس برقِ حسن کا
جوشِ بہار جلوے کو جس کے نقاب ہے

میں نامراد دل کی تسلی کو کیا کروں
مانا کہ تیرے رخ سے نگہ کامیاب ہے

گزرا **اسد** مسرتِ پیغامِ یار سے
قاصد پہ مجھ کو رشکِ سوال و جواب ہے

●

ہے آرمیدگی میں نکوہش بجا مجھے
صبحِ وطن ہے خندۂ دنداں نما مجھے

ہے پیچتابِ رشتۂ شمعِ سحر گہی
خجلت گدازیِ نفسِ نارسا مجھے

واں رنگہا بہ پردۂ تدبیر ہیں ہنوز
یاں شعلۂ چراغ ہے برگِ حنا مجھے

کرتا ہے بسکہ باغ میں تو بے حجابیاں
آنے لگی ہے نکہتِ گل سے حیا مجھے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
جو صورت ملتی ہے اُس نے مصرع کو بداہتہً مہمل بنا دیا ہے۔ میری رائے میں یہ مصرع دراصل یوں ہے:
مینائے مے ہے سروِ نشاط بہار مے
عرشی صاحب نے صورتِ ذیل کو ترجیح دی ہے:
مینائے مے ہے، سرو، نشاطِ بہار سے
نیز نسخۂ شیرانی میں بھی یہی صورت ہے۔

پرواز ہا نیازِ تماشائے حسنِ دوست
بالِ کشادہ ہے نگہِ آشنا مجھے

از خود گزشتگی میں خموشی پہ حرف ہے
موجِ غبارِ سرمہ ہوئی ہے صدا مجھے

کھلتا کسی پہ کیوں مرے دل کا معاملہ
شعروں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے

تا چند پست فطرتیِ طبعِ آرزو
یا رب ملے بلندیِ دستِ دعا مجھے

یاں آب و دانہ موسمِ گل میں حرام ہے
زنارِ واگسستہ ہے موجِ صبا مجھے

یکبار امتحانِ ہوس بھی ضرور ہے
اے جوشِ عشق بادۂ مرد آزما مجھے

میں نے جنوں سے کی جو **اسد** التماسِ رنگ
خونِ جگر میں ایک ہی غوطہ دیا مجھے

●

اے خیالِ وصل نادر ہے مےآشامی تری
پختگی ہائے کبابِ دل ہوئی خامی تری

رچ گیا جوشِ صفائے زلف کا اعضا میں عکس
ہے نزاکت جلوہ اے ظالم سیہ فامی تری

برگریزی ہائے گل ہے وضعِ زر افشاندنی
باج لیتی ہے گلستاں سے گل اندامی تری

بسکہ ہے عبرت ادیبِ یاوگی ہائے ہوس
میرے کام آئی دلِ مایوس ناکامی تری

ہم نشینیِ رقیباں گرچہ ہے سامانِ رشک
لیکن اس سے ناگوارا تر ہے بدنامی تری

سر بزانوئے کرم رکھتی ہے شرمِ ناکسی
اے **اسد** بےجا نہیں ہے غفلت آرامی تری

●

ربطِ تمیزِ اعیاں دُردِ مئے صدا ہے
اعمیٰ کو سرمۂ چشم آوازِ آشنا ہے

موئے دماغِ وحشت سررشتۂ فنا ہے
شیرازۂ دو عالم یک آہِ نارسا ہے

دیوانگی ہے تجھ کو درسِ خرامِ دنیا
موجِ بہار یکسر زنجیرِ نقشِ پا ہے

پروانے سے ہو شاید تسکینِ شعلۂ شمع
آسایشِ وفاہا بیتابیِ جفا ہے

اے اضطرابِ سرکش یک سجدہ وار تمکیں
میں بھی ہوں شمعِ کشتہ گر داغ خوں بہا ہے

نے حسرتِ تسلی، نے ذوقِ بے قراری
یک درد و صد دوا ہے یک دست و صد دعا ہے

دریائے مے ہے ساقی لیکن خمار باقی
تا کوچہ دادنِ موج خمیازہ آشنا ہے

وحشت نہ کھینچ قاتل حیرت نفس ہے بسمل
جب نالہ خوں ہو، غافل! تاثیر کیا بلا ہے

بت خانے میں **اسد** بھی بندہ تھا گاہ گاہے
حضرت چلے حرم کو اب آپ کا خدا ہے

●

[1]ضبط سے جوں مردمک اسپند اقامت گیر ہے
مجمرِ بزمِ فسردن دیدۂ نخچیر ہے

آشیاں بندِ بہارِ عیش ہوں ہنگامِ قتل
یاں پرِ پروازِ رنگِ رفتہ بالِ تیر ہے

ہے جہاں فکرِ کشیدن ہائے نقشِ روئے یار
ماہتابِ ہالہ پیرا گردۂ تصویر ہے

وقتِ حسن افروزیِ زینت طرازاں جائے گل
از نہالِ شمع پیدا غنچۂ گلگیر ہے

گریے سے بندِ محبت میں ہوئی نام آوری
لختِ لختِ دل مکینِ خانۂ زنجیر ہے

۱- اس غزل کے شروع میں حاشیے پر ''فوجدار محمد خاں بہادر'' کی ۱۲۴۸ھ کی مہر لگی ہے -

ریزشِ خوں ہے [1]سراسر جرعہ نوشی ہائے یار
یاں گلوئے شیشہ سے قبضۂ شمشیر ہے

جو بہ‌شامِ غم چراغِ خلوتِ دل تھا اسد
وصل میں وہ سوزِ شمعِ مجلسِ تقریر ہے

●

گر یاس سر نہ کھینچے تنگی عجب فضا ہے
وسعت گہِ تمنا یک بام[2] و صد ہوا ہے

برہمزنِ دو عالم تکلیفِ یک صدا ہے
مینا شکستگاں کو کہسار خوں بہا ہے

فکرِ سخن یک انشا زندانیِ خموشی
دودِ چراغ گویا زنجیرِ بے صدا ہے

موزونیِ دو عالم قربانِ سازِ یک درد
مصراعِ نالہ نے سکتہ ہزار جا ہے

درسِ خرام تا کے خمیازۂ روانی
اس موجِ مے کو غافل پیمانہ نقشِ پا ہے

۱۔ ''سراسر'' پر ''لا'' لکھ کر ''ہے'' سے پہلے لفظ ''وفا'' کا اضافہ کیا ہے۔ اس طرح مصرع کی صورت بعد از ترمیم یوں ہو گئی ہے:
ریزشِ خونِ وفا ہے جرعہ نوشی ہائے یار
۲۔ مطبوعہ نسخے میں کاتب نے شاید غلطی سے ''زام'' درج ہے۔

گردش میں لا تجلی، صد ساغرِ تسلی
چشمِ تحیّرآغوش مخمورِ ہر ادا ہے

یک برگ بے نوائی صد دعوتِ نیستاں
طوفانِ نالۂ دل تا موجِ بوریا ہے

اے غنچۂ تمنا یعنی کفِ نگاریں
دل دے تو ہم بتا دیں مٹھی میں تیری کیا ہے

ہر نالۂ اسد ہے مضمونِ داد خواہی
یعنی سخن کو کاغذ احرامِ مدعا ہے

●

ذوقِ بے پروا خرابِ وحشتِ تسخیر ہے
آئنہ‌خانہ مری تمثال کو زنجیر ہے

ذرّہ دے مجنوں کے کس کس داغ کو عرضِ سواد
ہر بیاباں یک بیاباں حسرتِ تعمیر ہے

میکشِ مضموں کو حسنِ ربطِ خط کیا چاہیے
لغزشِ رفتارِ خامہ مستیِ تحریر ہے

خانمانِ جبریانِ غفلتِ معنی خراب
جب ہوئے ہم بے‌گنہ رحمت کی کیا تقصیر ہے

چاہے گر جنت جز آدم وارثِ آدم نہیں
شوخیِ ایمانِ زاہد مستیِ تدبیر ہے

شب دراز و آتشِ دل تیز یعنی مثلِ شمع
مہ ز سر تا ناخنِ پا رزقِ یک شبگیر ہے

آب ہو جاتے ہیں ننگِ ہمتِ باطل سے مرد
اشک پیدا کر اسد گر آہ بے تاثیر ہے

●

[1] یہ سر نوشت میں میری ہے اشک افشانی
کہ موجِ آب ہے ہر ایک چینِ پیشانی

جنونِ وحشتِ ہستی یہ عام ہے کہ بہار
رکھے ہے کسوتِ طاؤس میں پر افشانی

لبِ نگار میں آئینہ دیکھ آبِ حیات
بہ گمرہیِ سکندر ہے محوِ حیرانی

نظر بہ غفلتِ اہلِ جہاں ، ہوا ظاہر
کہ عیدِ خلق پہ حیراں ہے چشمِ قربانی [2]

کہوں وہ مصرعِ برجستہ وصفِ قامت میں
کہ سرو ہو نہ سکے اُس کا مصرعِ ثانی

۱- اس غزل کے اوپر لفظ ”غلط“ لکھا ہے ۔ (موٹا قلم ، شکستہ ، بد خط) ۔

۲- ”قلمی نسخے میں اس مصرع کا کوئی لفظ بہ سہوِ کاتب رہ گیا ہے کیونکہ متن میں یہ مصرع یوں درج ہے :

”کہ عید خلق یہ حیراں ہے قربانی“

جو کسی طرح موزوں نہیں ہو سکتا ۔ میں نے جسارت کرکے ایک لفظ ”چشم“ بڑھا دیا ہے ۔ اربابِ نظر اس جرأت کو معاف فرما کر خود تصحیح فرما لیں ۔“ (مفتی انوار الحق کا نوٹ) ۔

اسد نے کثرتِ دل ہائے خلق سے جانا
کہ زلفِ یار ہے مجموعۂ پریشانی

●

[1] بے خود ز بسکہ خاطرِ بے تاب ہو گئی
مژگانِ باز ماندہ رگِ خواب ہو گئی

موجِ تبسمِ لبِ آلودۂ مسی
میرے لیے تو تیغِ سیہ تاب ہو گئی

رخسارِ یار کی جو ہوئی جلوہ گستری
زلفِ سیاہ بھی شبِ مہتاب ہو گئی

بیدادِ انتظار کی طاقت نہ لا سکی
اے جانِ برلب آمدہ بیتاب ہو گئی

۱- اس غزل کے حاشیے پر دس ابیات کی یہ غزل تحریر ہے (موٹا قلم ، شکستہ ، بد خط) :

عشق مجھ کو نہیں وحشت ہی سہی
میری وحشت تری شہرت ہی سہی
قطع کیجے نہ تعلق ہم سے
کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی
میرے ہونے میں ہے کیا رسوائی
اے وہ مجلس نہیں خلوت ہی سہی
ہم بھی دشمن تو نہیں ہیں اپنے
غیر کو تجھ سے محبت ہی سہی

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

غالب ز بسکہ سوکھ گئے چشم میں سرشک
آنسو کی بوند گوہرِ نایاب ہوگئی

●

ہر رنگِ سوز پردۂ یک ساز ہے مجھے
بالِ سمندر آئنۂ ناز ہے مجھے
طاؤسِ خاک حسنِ نظر باز ہے مجھے
ہر ذرّہ چشمکِ نگہِ ناز ہے مجھے
آغوشِ گل ہے آئنۂ ذرّہ ذرّہ خاک
عرضِ بہار جوہرِ پرداز ہے مجھے

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

اپنی ہستی ہی سے ہو جو کچھ ہو
آگہی گر نہیں، غفلت ہی سہی
عمر ہر چند کہ ہے برق‌خرام
دل کے خوں کرنے کی فرصت ہی سہی
ہم کوئی ترکِ وفا کرتے ہیں
نہ سہی عشق، مصیبت ہی سہی
کچھ تو دے اے فلکِ نا انصاف
آہ و فریاد کی رخصت ہی سہی
ہم بھی تسلیم کی خُو ڈالیں گے
بے نیازی تری عادت ہی سہی
یار سے چھیڑ چلی جائے **اسد**
گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

ہے بوئے گل غریبِ تسلی گہِ وطن
ہر جزوِ آشیاں پرِ پرواز ہے مجھے
ہے جلوۂ خیال سویدائے مردمک
جوں داغِ شعلہ سر خطِ آغاز ہے مجھے
وحشت بہارِ نشّہ و گل ساغرِ شراب
چشمِ پری شفق کدۂ راز ہے مجھے
فکرِ سخن بہانۂ پردازِ خامشی
دودِ چراغ سرمۂ آواز ہے مجھے
ہے خامہ فیضِ بیعتِ **بیدل** بہ کف **اسد**
یک نیستاں قلمروِ اعجاز ہے مجھے

●

کہوں کیا گرمجوشی میکشی میں شعلہ رویاں کی
کہ شمعِ خانۂ دل آتشِ مے سے فروزاں کی
[1] ہمیشہ مجھ کو طفلی میں بھی مشقِ تیرہ روزی تھی
سیاہی ہے مرے ایام میں لوحِ دبستاں کی
دریغ آہِ سحرگہ کارِ بادِ صبح کرتی ہے
کہ ہوتی ہے زیادہ سرد مہری شمع رویاں کی

۱- اس شعر کے مقابل حاشیے پر یہ شعر لکھا ہے (موٹا قلم، بد خط، شکستہ):

سیاہی جیسے گر جاوے دمِ تحریر کاغذ پر
مری قسمت میں یوں تصویر ہے شبہائے ہجراں کی

مجھے اپنے جنوں کی بے تکلف پردہ داری تھی
ولیکن کیا کروں آوے جو رسوائی گریباں کی

ہنر پیدا کیا ہے میں نے حیرت آزمائی میں
کہ جوہر آئنے کا ہر پلک ہے چشمِ حیراں کی

خدایا کس قدر اہلِ نظر نے خاک چھانی ہے
کہ ہیں صد رخنہ جوں غربال دیواریں گلستاں کی

ہوا شرمِ تہیدستی سے وہ بھی سر نگوں آخر
بس اے زخمِ جگر اب دیکھ لی شورش نمک داں کی

بیادِ گرمیِ صحبت برنگِ شعلہ دہکے ہے
چھپاؤں کیونکہ غالب سوزشیں داغِ نمایاں کی

●

جنوں تہمت کشِ تسکیں نہ ہو، گو[1] شادمانی کی
نمک پاشِ خراشِ دل ہے لذت زندگانی کی

کشاکش ہائے ہستی سے کرے کیا سعی آزادی
ہوئی زنجیر موجِ آب کو فرصت روانی کی

نہ کھینچ اے سعیِ دستِ نارسا زلفِ تمنا کو
پریشاں تر ہے موئے خامہ سے تدبیر مانی کی

کہاں ہم بھی رگ و پے رکھتے ہیں انصاف بہتر ہے
نہ کھینچے طاقتِ خمیازہ تہمت ناتوانی کی

۱۔ قلمی نسخے میں یہ لفظ ''گو'' ہی ہے، اگرچہ مفتی انوارالحق کے مطبوعہ نسخے میں متداول صورت ''گر'' اختیار کی گئی ہے۔

تکلف بر طرف فرہاد اور اتنی سبک دستی
خیال آساں تھا لیکن خوابِ خسرو نے گرانی کی

پس از مُردن بھی دیوانہ زیارت گاہِ طفلاں ہے
شرارِ سنگ نے تربت پہ میری گل فشانی کی

اسد کو بوریے میں دھر کے پھونکا موجِ ہستی نے
فقیری میں بھی باقی ہے شرارت نوجوانی کی

●

[1]نکوہش ہے سزا فریادیِ بیدادِ دلبر کی
مبادا خندۂ دنداں نما ہو صبح محشر کی

رگِ لیلیٰ کو خاکِ دشتِ مجنوں ریشگی بخشے
اگر بو دے بجائے دانہ دہقاں نوک نشتر کی

بجز دیوانگی ہوتا نہ انجامِ خود آرائی
اگر پیدا نہ کرتا آئنہ زنجیر جوہر کی

۱۔ چھ ابیات کی اس غزل کے حاشیے پر حسبِ ذیل تین شعر لکھے ہیں (موٹا قلم، بدخط، شکستہ):

مرا دل مانگتے ہیں عاریت اہلِ ہوس شاید
یہ جانا چاہتے ہیں آج دعوت میں سمندر کی

کروں بیدادِ ذوقِ پرفشانی عرض کیا قدرت
کہ طاقت اُڑ گئی اُڑنے سے پہلے میرے شہپر کی

کہاں تک روؤں اس کے خیمے کے پیچھے قیامت ہے
مری قسمت میں یارب کیا نہ تھی دیوار پتھر کی

پرِ پروانہ شاید بادبانِ کشتیِ سے تھا
ہوئی مجلس کی گرمی سے روانی دورِ ساغر کی
غرورِ لطفِ ساقی نشۂ بےباکیِ مستاں
نمِ دامانِ عصیاں ہے طراوت موجِ کوثر کی
اسد جز آب بخشیدن ز دریا خضر کو کیا تھا
ڈبوتا چشمۂ حیواں میں گر کشتی سکندر کی

●

نگاہِ یار نے جب عرضِ تکلیفِ شرارت کی
دیا ابرو کو چھیڑ اور اس نے فتنے کو اشارت کی
روانی موجِ مے کی گر خطِ جام آشنا ہووے
لکھے کیفیت اس سطرِ تبسم کی عبارت کی
شہِ گل نے کیا جب بندوبستِ گلشن آرائی
عصائے سبز دے نرگس کو دی خدمت نظارت کی
نہیں ریزش عرق کی اب اسے ذوبانِ اعضا ہے
تبِ خجلت نے کیا[1] نبضِ رگِ گل میں حرارت کی
ز بس نکلا غبارِ دل بہ وقتِ گریہ آنکھوں سے
اسد کھائے ہوئے سرمے نے آنکھوں میں بصارت کی

۱- متن میں ''کیا'' کے نیچے ''یہ'' لکھا ہے (موٹا قلم ، بدخط شکستہ) - یہاں کسی لغزش قلم سے میرے اشارات ''یہ'' کو حاشیے کا اندراج بتاتے ہیں حالانکہ ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ ''یہ'' کا لفظ ''کیا'' کے ''بالکل نیچے'' ہے -

●

آ کہ مری جان کو قرار نہیں ہے
طاقتِ بیدادِ انتظار نہیں ہے
دیتے ہیں جنت حیاتِ دہر کے بدلے
نشہ بہ اندازۂ خمار نہیں ہے
گریہ نکالے ہے تیری بزم سے مجھ کو
ہائے کہ رونے پہ اختیار نہیں ہے
ہم سے عبث ہے گمانِ رنجشِ خاطر
خاک میں عشاق کی غبار نہیں ہے
دل سے اٹھا لطفِ جلوہ ہائے معانی
غیرِ گل آئینۂ بہار نہیں ہے
قتل کا میرے کیا ہے عہد تو بارے
وائے اگر عہد استوار نہیں ہے
تو نے قسم میکشی کی کھائی ہے غالب
تیری قسم کا کچھ اعتبار نہیں ہے

●

[1]خدایا! دل کہاں تک دن بصد رنج و تعب کاٹے
خمِ گیسو ہو شمشیرِ سیہ تاب اور شب کاٹے

۱- اس چھوٹی سی غزل کے حاشیے پر ایک پانچواں شعر درج ہے (موٹا قلم ، بدخط شکستہ) :
یقیں ہے آدمی کو دست گاہِ فقر حاصل ہو
دمِ تیغِ توکل سے اگر پائے سبب کاٹے

کریں گر قدرِ اشکِ دیدۂ عاشق خود آرایاں
صدف دندانِ گوہر سے بہ‌حسرت اپنے لب کاٹے

دریغا وہ مریضِ غم کہ فرطِ ناتوانی سے
بہ قدرِ یک نفس جادہ بصد رنج و تعب کاٹے

اسد مجھ میں ہے اُس کے بوسۂ پا کی کہاں جرأت
کہ میں نے دست و پا باہم بہ شمشیرِ ادب کاٹے

●

ہوا جب حسن کم خط بر عذارِ سادہ آتا ہے
کہ بعد از صافِ مے ساغر میں دُردِ بادہ آتا ہے

نہیں ہے مزرعِ الفت میں حاصل غیرِ پامالی
نظر دانہ سرشکِ بر زمیں افتادہ آتا ہے

محیطِ دہر میں بالیدن از ہستی گزشتن ہے
کہ یاں ہر اک حباب آسا شکست آمادہ آتا ہے

دیارِ عشق میں جاتا ہے جو سوداگری ساماں
متاعِ زندگانی‌ہا بہ غارت دادہ آتا ہے

اسد وارستگاں با وصفِ ساماں بے تعلق ہیں
صنوبر گلستاں میں با دلِ آزادہ آتا ہے

●

بہ فکرِ حیرتِ رم آئنہ پردازِ زانو ہے
کہ مشکِ نافہ تمثالِ سوادِ چشمِ آہو ہے

ترحّم میں ستم کوشاں کے ہے سامانِ خونریزی
سرشکِ چشمِ یار آبِ دمِ شمشیرِ ابرو ہے

کرے ہے دست فرسودِ ہوس وہمِ توانائی
پرِ افشاندہ در کنجِ قفس تعویذِ بازو ہے

ہوا چرخِ خمیدہ ناتواں بارِ علائق سے
کہ ظاہر پنجۂ خورشید دستِ زیرِ پہلو ہے

اسد تا کے طبیعت طاقتِ ضبطِ الم لائے
فغانِ دل بہ پہلو نالۂ بیمارِ بدخو ہے

●

[1] خبر نگہ کو نگہ چشم کو عدو جانے
وہ جلوہ کر کہ نہ میں جانوں اور نہ تو جانے

نفس بہ نالہ رقیب و نگہ بہ اشک عدو
زیادہ اُس سے گرفتار ہوں کہ تو جانے

۱- اس غزل کے حاشیے پر یہ ساتواں شعر لکھا ہوا ملتا ہے (موٹا قلم ، بد خط شکستہ) :

نہ ہووے کیونکہ اُسے فرضِ قتلِ اہلِ وفا
لہو میں ہاتھ کے بھرنے کو جو وضو جانے

مفتی انوار الحق نے اس شعر کو متن میں جگہ دی ہے مگر اس کا اظہار نہیں کیا کہ یہ شعر حاشیے سے متن میں منتقل ہوا۔

¹تپش سے شرم بقدرِ چکیدنِ عرقے
مباد حوصلہ معذورِ جستجو جانے

جنوں فسردۂ تمکیں ہے کاش عہدِ وفا
گدازِ حوصلہ کو پاسِ آبرو جانے

زباں سے عرضِ تمنائے خامشی معلوم
مگر وہ خانہ‌برانداز گفتگو جانے

مسیحِ کشتۂ اُلفت بجز علی خاں ہے
کہ جو **اسد** تپشِ نبضِ آرزو جانے

●

دیکھ تری خوئے گرم دل بہ تپش رام ہے
طائرِ سیماب کو شعلہ رگِ دام ہے

شوخیٔ چشمِ حبیب فتنۂ ایّام ہے
قسمتِ بختِ رقیب گردشِ صد جام ہے

جلوۂ بینش‌پناہ بخشے ہے ذوقِ نگاہ
کعبۂ پوشش سیاہ مردمکِ احرام ہے

کُو نفس و چہ غبار؟ جرأتِ عجز آشکار
در تپش آبادِ شوق سرمہ صدا نام ہے

۱- اس مصرع پر نشان ''سـ'' بنا ہے اور پھر حاشیے پر یہی نشان بنا کر موٹے قلم سے شکستہ خط میں مصرعِ ذیل تحریر کیا ہے :
''بہ کسوتِ عرقِ شرم قطرہ زن ہے خیال''

غفلتِ افسردگی تہمتِ تمکیں نہ ہو
اے ہمہ خوابِ گراں حوصلہ بدنام ہے

بزمِ وداعِ نظر یاس طرب نامہ بر
فرصتِ رقصِ شرر بوسہ بہ پیغام ہے

گریۂ طوفاں رکاب ، نالۂ محشر عناں
بے سر و ساماں **اسد** فتنہ سرانجام ہے

●

¹ہجومِ غم سے یاں تک سرنگونی مجھ کو حاصل ہے
کہ تارِ دامن و تارِ نظر میں فرق مشکل ہے

ہوا ہے مانعِ عاشق نوازی نازِ خود بینی
تکلّف بر طرف ، آئینۂ تمیز حائل ہے

بہ سیلِ اشک لختِ دل ہے دامن‌گیر مژگاں کا
غریقِ بحر جویائے خس و خاشاکِ ساحل ہے

بہا ہے یاں تک اشکوں میں غبارِ کلفتِ خاطر
کہ چشمِ تر میں ہر اک پارۂ دل پائے در گل ہے

نکالی ہے تپش میں بسملوں کی ، برق کی شوخی
غرض اب تک خیالِ گرمیٔ رفتارِ قاتل ہے

۱- چھ ابیات کی اس غزل کے حاشیے پر یہ شعر لکھا ہے (موٹا قلم ، بد خط شکستہ) :
رفوئے زخم سے مطلب ہے لذّتِ زخمِ سوزن کی
سمجھیو مت کہ پاسِ درد سے دیوانہ غافل ہے

وہ گُل جس گلستاں میں جلوہ فرمائی کرے **غالب**
چٹکنا غنچۂ گُل[1] کا صدائے خندۂ دل ہے

●

[2]ہم زباں آیا نظر فکرِ سخن میں تُو مجھے
مردمک ہے طوطیٔ آئینۂ زانو مجھے
[3]یادِ مژگاں میں بہ نشتر زارِ صحرائے خیال
چاہیے بہرِ تپش یک دست صد پہلو مجھے
خاکِ فرصت بر سرِ ذوقِ فنا اے انتظار
ہے غبارِ شیشۂ ساعت رمِ آہو مجھے

۱- مفتی انوارالحق کے مطبوعہ نسخے میں "غنچہ دل" ہے، جو بداہتہً سہوِ کاتب ہے -

۲- قلمی نسخے میں اس غزل اور اس سے اگلی غزل (تشنۂ خونِ تماشا جو وہ پانی مانگے) کے حاشیے پر موٹے قلم سے شکستہ خط میں چھ ابیات کی وہ غزل درج ہے جس کا مطلع ہے :

باعثِ واماندگی ہے عمرِ فرصت جو مجھے
کر دیا ہے پا بہ زنجیرِ رمِ آہو مجھے

لیکن چونکہ یہی غزل آگے چل کر متن میں موجود ہے، اس لیے باقی شعر یہاں حاشیے میں نہیں دیے جا رہے ہیں -

۳- یہ شعر قلمی نسخے کے متن میں یوں بدلا گیا ہے :

یادِ مژگاں میں بہ نشتر زارِ سودائے خیال
چاہیے وقتِ تپش یک دست صد پہلو مجھے

(یہ حاشیہ مفتی انوار الحق کے نسخے کے نوٹ مندرجہ صفحہ ۱۷۴ پر مبنی ہے) -

اضطرابِ عمر بے مطلب نہیں آخر کہ ہے
جستجوئے فرصتِ ربطِ سرِ زانو مجھے
چاہیے درمانِ ریشِ دل بھی تیغِ یار سے
مرہمِ زنگار ہے وہ وسمۂ ابرو مجھے
کثرتِ جور و ستم سے ہو گیا ہوں بے دماغ
[1]خوب رویوں نے بنایا ہے **اسد** بدخو مجھے

●

تشنۂ خونِ تماشا جو وہ پانی مانگے
آئنہ رخصتِ اندازِ روانی مانگے
رنگ نے گُل سے دمِ عرضِ پریشانیٔ بزم
برگِ گُل ریزۂ مینا کی نشانی مانگے
زلف تحریرِ پریشانِ تقاضا ہے مگر
شانہ ساں مُو بہ زباں خامۂ مانی مانگے
آمدِ خط سے نہ کر خندۂ شیریں کہ مباد
چشمِ مور آئنۂ دل نگرانی مانگے

۱- اس مصرع میں "ہے اسد" کے لفظ کاٹ کر "غالب" لکھا گیا ہے اور مصرع کی صورت یوں ہو گئی ہے :

"خوبرویوں نے بنایا غالبِ بدخو مجھے"

ملاحظہ ہو مفتی انوار الحق کے نسخے میں صفحہ ۱۷۴ کے حاشیے کا نوٹ -

ہوں گرفتارِ کمیں گاہِ تغافل کہ جہاں
خوابِ صیّاد سے پرواز گرانی مانگے

چشمِ پرواز و نفس خفتہ مگر ضعفِ امید
شہپرِ کاہ پئے مژدہ رسانی مانگے

تو وہ بد خو کہ تحیّر کو تماشا جانے
دل وہ افسانہ کہ آشفتہ بیانی مانگے

وحشتِ شورِ تماشا ہے کہ جوں نکہتِ گل
نمکِ زخمِ جگر بال فشانی مانگے

نقشِ نازِ بتِ طنّاز بہ آغوشِ رقیب
پائے طاؤس پئے خامۂ مانی مانگے

وہ تپِ عشقِ تمنا ہے کہ جوں رشتۂ شمع
شعلہ تا نبضِ جگر ریشہ دوانی مانگے

گر ملے حضرتِ بیدل کا خطِ لوحِ مزار
اسد آئینۂ پردازِ معانی مانگے

●

[1] باعثِ واماندگی ہے عمرِ فرصت جو مجھے
کر دیا ہے پا بہ زنجیرِ رمِ آہو مجھے

۱۔ اس سے پہلے (ایک صفحہ چھوڑ کر) یہی غزل موٹے قلم سے شکستہ خط میں حاشیے پر درج ملتی ہے - اسی شکستہ خط میں اب یہاں متن میں اس غزل پر ''غلط - مکرر نوشتہ شد''
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

پا بہ دامن ہو رہا ہوں بسکہ میں صحرا نورد
خارِ پا ہیں جوہرِ آئینۂ زانو مجھے

فرصتِ آرام غش، ہستی ہے بحرانِ عدم
ہے شکستِ رنگِ امکاں گردشِ پہلو مجھے

دیکھنا حالت مرے دل کی ہم آغوشی کے وقت
ہے نگاہِ آشنا تیرا سرِ ہر مو مجھے

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)
لکھا ہے -

اس سلسلے میں مفتی انوارالحق کے اُس نوٹ کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے جو انھوں نے اس سے ما قبل اسی زمین کی غزل (ہم زباں آیا نظر فکرِ سخن میں تو مجھے) کے حاشیے پر دیا ہے : ''قلمی دیوان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غزل پہلے کہی گئی تھی، پھر اس کے کچھ عرصے بعد اس طرح کی دوسری غزل کہی گئی جو آگے آتی ہے - چنانچہ اس نسخے پر نظر ثانی کرتے وقت اس غزل کے حاشیے پر اسے غالباً غالب نے خود بڑھا دیا - مگر چند صفحے بعد دیکھا تو وہ غزل پہلے ہی لکھی ہوئی موجود تھی اس لیے وہاں حاشیے پر یہ لکھ دیا کہ ''غلط، مکرر نوشتہ شد -''

مفتی صاحب کا یہ بیان کہ چند صفحے بعد دیکھا تو وہ غزل پہلے ہی موجود تھی، محل نظر ہے - قلمی نسخے میں دونوں غزلوں کے درمیان صرف ایک غزل کا فاصلہ ہے - اسی طرح میرے قلم بند کیے ہوئے اشارات بتاتے ہیں کہ اس دوسری غزل پر متن میں (نہ کہ حاشیے پر) ''غلط، مکرر نوشتہ شد'' لکھا ہے -

ہوں سراپا سازِ آہنگِ شکایت کچھ نہ پوچھ
ہے یہی بہتر کہ لوگوں میں نہ چھیڑے تو مجھے

سازِ ایمائے فنا ہے عالمِ پیری اسد
قامتِ خم سے ہے حاصل شوخیِ ابرو مجھے

●

نہ ہوئی گر مرے مرنے سے تسلی نہ سہی
امتحاں اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی

خار خارِ المِ حسرتِ دیدار تو ہے
شوق گلچینِ گلستانِ تسلی نہ سہی

مے پرستاں خُمِ مے منہ سے لگائے ہی بنے
ایک دن گر نہ ہوا بزم میں ساقی نہ سہی

نفسِ قیس کہ ہے چشم و چراغِ صحرا
گر نہیں شمعِ سیہ خانۂ لیلی نہ سہی

ایک ہنگامے پہ موقوف ہے گھر کی رونق
نوحۂ غم ہی سہی ، نغمۂ شادی نہ سہی

نہ ستایش کی تمنا ، نہ صلے کی پروا
نہ ہوئے گر مرے اشعار میں معنی نہ سہی[1]

۱- مصرع کی یہ صورت مفتی انوارالحق کے نسخے کے اندراج کے مطابق نہیں ہے - مفتی صاحب نے مصرع اُسی طرح لکھا ہے
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

عشرتِ صحبتِ خوباں ہی غنیمت سمجھو
نہ ہوئی **غالب** اگر عمرِ طبیعی نہ سہی

●

دلِ بیمار ازخودرفتہ تصویرِ نہالی ہے
کہ مژگاں ریشہ دارِ نیستانِ شیرِ قالی ہے

سرورِ نشّہٗ گردش اگر کیفیّت افزا ہو
نہاں ہر گردبادِ دشت میں جامِ سفالی ہے

عروجِ نشّہ ہے سر تا قدم قدِ چمن رویاں
بجائے خود وگرنہ سرو بھی مینائے خالی ہے

ہوا آئینہ جامِ بادہ عکسِ روئے گلگوں سے
نشانِ خالِ رخ داغِ شرابِ پرتگالی ہے

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)
جس طرح دیوان کے اکثر متداول نسخوں میں ملتا ہے - تاہم مفتی صاحب نے اپنے مطبوعہ نسخے کے صفحہ ١٧٦ پر جو نوٹ لکھا ہے - اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قلمی نسخے کے متن میں یہ مصرع اسی صورت میں درج ہے جو میں نے اوپر اختیار کی ہے - اس کے ساتھ ہی مفتی صاحب کا بیان ہے کہ قلمی نسخے کے حاشیے پر یہ اصلاح موجود ہے :
"گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی نہ سہی"
میرے اپنے اشارات میں اس قسم کی کوئی یاد داشت نہیں ملتی - معلوم ہوتا ہے کہ میں نے مطبوعہ نسخے کے مذکورۂ بالا نوٹ کی تصریحات پر اکتفا کیا -

به پائے خامۂ مو طے رہِ وصفِ کمر کیجے
کہ تارِ جادۂ سر منزلِ نازک خیالی ہے

اسد اٹھنا قیامت قامتوں کا وقتِ آرایش
لباسِ نظم میں بالیدنِ مضمونِ عالی ہے

●

نشّۂ مے بے چمن دودِ چراغِ کشتہ ہے
جام ، داغِ شعلہ اندودِ چراغِ کشتہ ہے

رحم کر ظالم کہ کیا بودِ چراغِ کشتہ ہے
نبضِ بیمارِ وفا دودِ چراغِ کشتہ ہے

داغِ ہمدیگر ہیں اہلِ باغ گر گُل ہو شہید
لالہ چشمِ حسرت آلودِ چراغِ کشتہ ہے

شور ہے کس بزم کی عرضِ جراحت خانہ کا
صبح یک زخمِ نمک سودِ چراغِ کشتہ ہے

نامرادِ جلوہ ہر عالم میں حسرت گُل کرے
لالہ داغِ شعلہ فرسودِ چراغِ کشتہ ہے

ہو جہاں تیرا دماغِ ناز مستِ بے خودی
خوابِ نازِ گل رخاں دودِ چراغِ کشتہ ہے

ہے دلِ افسردہ داغِ شوخیِ مطلب اسد
شعلہ آخر فالِ مقصودِ چراغِ کشتہ ہے

●

تغافل دوست ہوں میرا دماغِ عجز عالی ہے
اگر پہلو تہی کیجے تو جا میری بھی خالی ہے

بتانِ شوخ کا دل سخت ہوگا کس قدر یارب
مری فریاد کو کہسار سازِ عجز مالی ہے

نشانِ بے قرارِ شوق جز مژگاں نہیں باقی
کئی کانٹے ہیں اور پیراہنِ شکلِ نہالی ہے

جنوں کر اے چمن تحریرِ درسِ شغلِ تنہائی
نگاہِ شوق کو صحرا بھی دیوانِ غزالی ہے

سیہ مستی ہے اہلِ خاک کو ابرِ بہاری سے
زمیں کیفیّتِ یک جامِ لبریزِ سفالی ہے[1]

رہا آباد عالم اہلِ ہمّت کے نہ ہونے سے
بھرے ہیں جس قدر جام و سبو میخانہ خالی ہے

اسد مت رکھ تعجب خر دماغی ہائے منعم کا
کہ یہ نامرد بھی شیر افگنِ میدانِ قالی ہے

●

کاوشِ دزدِ حنا پوشیدہ افسوں ہے مجھے
ناخنِ انگشتِ خوباں لعلِ واژوں ہے مجھے

۱- یہ مصرع موٹے قلم سے شکستہ خط میں یوں بدلا ہے :
"زمیں جوشِ طرب سے جامِ لبریزِ سفالی ہے"

ریشۂ شہرت دوانیدن ہے رفتن زیرِ خاک
خنجرِ جلّاد برگِ بیدِ مجنوں ہے مجھے

ساقیا دے ایک ہی ساغر میں سب کو سے کہ آج
آرزوے بوسۂ لب ہائے سیگوں ہے مجھے

ہو گئے باہم دگر جوشِ پریشانی سے جمع
گردشِ جامِ تمنّا دورِ گردوں ہے مجھے

دیکھ لی جوشِ جوانی کی ترقّی بھی کہ اب
بدر کی مانند کاہش روز افزوں ہے مجھے

غنچگی ہے ہر نفس پیچدنِ فکر اے اسد
در شگفتن ہائے دل در رہنِ مضموں ہے مجھے

●

گلشن کو تری صحبت از بسکہ خوش آئی ہے
ہر غنچے کا گل ہونا آغوش کشائی ہے

واں کنگرِ استغنا ہردم ہے بلندی پر
یاں نالے کو اور الٹا دعوائے رسائی ہے

آئینہ نفس سے بھی ہوتا ہے کدورت کش
عاشق کو غبارِ دل اک وجہِ صفائی ہے

از بسکہ سکھاتا ہے غم ضبط کے اندازے
داغوں کا نظر آنا خود چشم نمائی ہے

ہنگامِ تصوّر ہوں دریوزہ گرِ بوسہ
یہ کاسۂ زانو بھی اک جامِ گدائی ہے

وہ دیکھ کے حسن اپنا مغرور ہوا **غالب**
صد جلوۂ آئینہ یک صبحِ جدائی ہے

●

[1] دلا! عبث ہے تمنائے خاطر افروزی
کہ بوسۂ لبِ شیریں ہے اور گلو سوزی

طلسمِ آئنہ زانوے فکر ہے غافل
ہنوز حسن کو ہے سعیِ جلوہ اندوزی

ہوئی ہے سوزشِ دل بسکہ داغِ بے اثری
اُگی ہے دودِ جگر سے شبِ سیہ روزی

بہ پرفشانیِ پروانۂ چراغِ مزار
کہ بعدِ مرگ بھی ہے لذتِ جگر سوزی

تپش تو کیا، نہ ہوئی مشقِ پرفشانی بھی
رہا میں ضعف سے شرمندۂ نوآموزی

اسد ہمیشہ پئے کفشِ پائے سیم تناں
شعاعِ مہر سے کرتا ہے چرخ زردوزی

۱۔ متن میں اس غزل کے اوپر موٹے قلم سے بدخط شکستہ میں ''غلط'' لکھا ہے۔

[۱] محوِ آرامیدگی سامانِ بے تابی کرے
چشم میں توڑے نمک‌داں تا شکرخوابی کرے
آرزوئے خانہ آبادی نے ویراں تر کیا
کیا کروں گر سایۂ دیوار سیلابی کرے
نغمہ ہا وابستۂ یک عقدۂ تارِ نفس
ناخنِ تیغِ بتاں شاید کہ مضرابی کرے
صبحدم وہ جلوہ ریزِ بےنقابی ہو اگر
رنگِ رخسارِ گلِ خورشید مہتابی کرے
زخم ہائے کہنۂ دل رکھتے ہیں جوں مردگی
اے خوشا گر آبِ تیغِ ناز تیزابی کرے
بادشاہی کا جہاں یہ حال ہو **غالب** تو پھر
کیوں نہ دلّی میں ہر اک ناچیز نوّابی کرے

یوں بعدِ ضبطِ اشک پھروں گردِ یار کے
پانی پیے کسو پہ کوئی جیسے وار کے
سیماب پشت گرمیِ آئینہ دے ہے، ہم
حیراں کیے ہوئے ہیں دلِ بے قرار کے

۱- اس غزل پر بھی بعینہٖ اُسی طرح ''غلط'' لکھا ہے جس طرح غزلِ ماسبق پر۔

بعد از وداعِ یار بخوں در طپیدہ ہیں
نقشِ قدم ہیں ہم کفِ پائے نگار کے
ظاہر ہے ہم سے کلفتِ بختِ سیاہ روز
گویا کہ تختہ مشق ہیں خطِّ غبار کے
حسرت سے دیکھ رہتے ہیں ہم آب و رنگِ گُل
مانندِ شبنم اشک ہیں مژگانِ خار کے
آغوشِ گل کشودہ برائے وداع ہے
اے عندلیب چل کہ چلے دن بہار کے
ہم مشقِ فکرِ وصل و غمِ ہجر سے **اسد**
لائق نہیں رہے ہیں غمِ روزگار کے

[۱] بہ نقصِ ظاہری رنگِ کمالِ طبع پنہاں ہے
کہ بہرِ مدّعائے دل زبانِ لال زنداں ہے
خموشی خانہ زادِ چشمِ بے پروانگاہاں ہے
غبارِ سرمہ یاں گردِ سوادِ سُنبلستاں ہے

۱- اس غزل کے حاشیے پر موٹے قلم سے بد خط شکستہ میں یہ پانچ شعر لکھے ہیں:
غبارِ دشتِ وحشت سرمہ سازِ انتظار آیا
کہ چشمِ آبلہ میں طولِ میلِ راہِ مژگاں ہے
ز بس دوشِ رمِ آہو پہ ہے محملِ تمنا کا
جنونِ قیس سے بھی شوخیِ لیلیٰ نمایاں ہے
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صفائے اشک میں داغِ جگر جلوہ دکھاتے ہیں
پرِ طاؤس گویا برقِ ابرِ چشمِ گریاں ہے
بہ بوئے زلفِ مشکیں یہ دماغ آشفتۂ رم ہیں
کہ شاخِ آہواں دودِ چراغ آسا پریشاں ہے
تکلف بر طرف ہے جانستاں تر لطفِ بد خویاں
نگاہِ بے حجابِ یار تیغِ تیزِ عریاں ہے
اسد یہ فرطِ غم نے کی تلف کیفیّتِ شادی
کہ صبحِ عید مجھ کو بدتر از چاکِ گریباں ہے

●

عاشق نقابِ جلوۂ جانانہ چاہیے
فانوسِ شمع کو پرِ پروانہ چاہیے
ہے وصل ہجر عالمِ تمکین و ضبط میں
معشوقِ شوخ و عاشقِ دیوانہ چاہیے
پیدا کریں دماغِ تماشائے سرو و گل
حسرت کشوں کو ساغر و مینا نہ چاہیے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
ہوئی یہ کثرتِ غم سے تلف کیفیتِ شادی
کہ صبحِ عید مجھ کو بد تر از چاکِ گریباں ہے
رہا بے قدر دل در پردۂ جوشِ ظہور آخر
گل و نرگس بہم آئینہ و اقلیم کوراں ہے
اسد بندِ قبائے یار ہے فردوس کا غنچہ
اگر وا ہو تو دکھلا دوں کہ یک عالم گلستاں ہے

دیوانگاں ہیں حاملِ رازِ نہانِ عشق
اے بے تمیز گنج کو ویرانہ چاہیے
اُس لب سے مل ہی جائے گا بوسہ کبھی تو ہاں
شوقِ فضول و جرأتِ رندانہ چاہیے
ساقی بہارِ موسمِ گل ہے سرور بخش
پیماں سے ہم گزر گئے، پیمانہ چاہیے
جادہ[1] ہے طرزِ گفتگوئے یار، اے **اسد**
یاں جز فسوں نہیں، اگر افسانہ چاہیے

●

[2]جہاں زندانِ موجستانِ دلہائے پریشاں ہے
طلسمِ شش جہت یک حلقۂ گردابِ طوفاں ہے
نہیں ہے مُردنِ صاحبدلاں جز کسبِ جمعیّت
سویدا میں نفس مانندِ خط در نقطہ پنہاں ہے
غبارِ دشتِ وحشت سرمہ‌سازِ انتظار آیا
کہ چشمِ آبلہ میں طولِ میلِ راہ مژگاں ہے

۱- عرشی جادو (بجائے جادہ'') - مطبوعہ نسخے میں ''جادہ'' بداہۃً سہو کاتب ہے -
۲- اس غزل کے اوپر موٹے قلم سے شکستہ خط میں ''مکرر نوشتہ شد'' لکھا ہے - وجہ شاید یہ ہے کہ ابیات ۳، ۴، ٦ ایک صفحہ پہلے (قلمی نسخے کے) حاشیے پر درج ہو چکے ہیں -

زبس دوشِ رمِ آہو پہ ہے محمل تمنا کا
جنونِ قیس سے بھی شوخیِ لیلیٰ نمایاں ہے

نقابِ یار ہے غفلت نگاہی اہلِ بینش کی
مژہ پوشیدنی ہا پردۂ تصویرِ عریاں ہے

اسد بندِ قبائے یار ہے فردوس کا غنچہ
اگر وا ہو تو دکھلا دوں کہ یک عالم گلستاں ہے

●

صبح سے معلوم آثارِ ظہورِ شام ہے
غافلاں آغازِ کار آئینۂ انجام ہے

بسکہ ہیں صیاد راہِ عشق میں صرفِ کمیں
جادۂ رہ سر بسر مژگانِ چشمِ دام ہے

بسکہ تیرے جلوۂ دیدار کا ہے اشتیاق
ہر بتِ خورشید طلعت آفتابِ بام ہے

مستعدِّ قتلِ یک عالم ہے جلّادِ فلک
کہکشاں موجِ شفق میں تیغِ خوں آشام ہے

کیا کمالِ عشق نقص آبادِ گیتی میں ملے
پختگی ہائے تصوّر یاں خیالِ خام ہے

ہو جہاں وہ ساقیِ خورشید رُو مجلس فروز
واں اسد تارِ شعاعِ مہر خطِّ جام ہے

●

[1] ہجومِ نالہ حیرت عاجزِ عرضِ یک افغاں ہے
خموشی ریشۂ صدنیستاں سے خس بہ دنداں ہے

کجا مے، کُو عرق، سعیِ عروجِ نشّہ رنگیں تر
خطِ رخسارِ ساقی تا خطِ ساغر چراغاں ہے

رہا بے قدر دل در پردۂ جوشِ ظہور آخر
گل و نرگس بہم آئینہ و اقلیمِ کوراں ہے

تکلّف سازِ رسوائی ہے غافل شرمِ رعنائی
دلِ خوں گشتہ در دستِ حنا آلودہ عریاں ہے

تماشا سرخوشِ غفلت ہے باوصفِ حضورِ دل
ہنوز آئینہ خلوت گاہِ نازِ ربطِ مژگاں ہے

تکلف برطرف ذوقِ زلیخا جمع کر ورنہ
پریشاں خواب آغوشِ وداعِ یوسفستاں ہے

اسد جمعیّتِ دل در کنارِ بےخودی خوشتر
دوعالم آگہی سامانِ یک خوابِ پریشاں ہے

۱۔ اس غزل کے اوپر بھی موٹے قلم سے شکستہ خط میں ”مکرر نوشتہ شد“ لکھا ہے، حالانکہ اس کا صرف ایک شعر (۳) اسی زمین کی ایک سابق غزل کے حاشیے پر درج شدہ اشعار میں آیا ہے۔ (ملاحظہ حاشیہ ہو صفحہ ۲۲۴)

●

اے خوشا وقتے کہ ساقی یک خمستاں وا کرے[1]
تار و پودِ فرشِ محفل پنبہٗ مینا کرے

گر تبِ آسودۂ مژگاں تصرّف وا کرے
رشتہٗ پا شوخیِ بالِ نفس پیدا کرے

گر دکھاؤں صفحہٗ بے نقش رنگِ رفتہ کو
دستِ رد سطرِ تبسم یک قلم انشا کرے

جو عزادارِ شہیدانِ نفس دزدیدہ ہو
نوحہٗ ماتم بہ آوازِ پرِ عنقا کرے

صفحہٗ گردابِ جوہر کو بنا ڈالے تنور
عکس گر طوفانیِ آئینہٗ دریا کرے

یک درِ بر روئے رحمت بستہ دورِ شش جہت
نا امیدی ہے خیالِ خانہ ویراں کیا کرے

ناتوانی سے نہیں سر در گریبانی اسد
ہوں سراپا یک قلم تسلیم جو مولا کرے

۱- اس غزل کے حاشیے پر موٹے قلم سے شکستہ خط میں حسب ذیل شعر لکھا ہے :
توڑ بیٹھے جب کہ ہم جام و سبو پھر ہم کو کیا
آسماں سے بادہٗ گلفام گو برسا کرے

●

چاک کی خواہش اگر وحشت بہ عریانی کرے
صبح کی مانند زخمِ دل گریبانی کرے

مے کدہ گر چشمِ مستِ یار سے پاوے شکست
موئے شیشہ دیدۂ ساغر کی مژگانی کرے

خطِّ عارض سے لکھا ہے زلف کو اُلفت نے عہد
یک قلم منظور ہے جو کچھ پریشانی کرے

ہاتھ پر گر ہاتھ مارے یار وقتِ قہقہہ
کرمکِ شب تاب آسا مہ پرافشانی کرے

وقت اُس افتادہ کا خوش جو قناعت سے اسد
نقشِ پائے مور کو تختِ سلیمانی کرے

●

چشمِ خوباں مے فروشِ نشہ زارِ ناز ہے[1]
سرمہ گویا موجِ دُودِ شعلہٗ آواز ہے

ہے صریرِ خامہ ریزشہائے استقبالِ ناز
نامہ خود پیغام کو بالِ پرِ پرواز[2] ہے

۱- متن میں پہلے اس مصرع کے حصہٗ آخر کے اوپر ''خامشی میں بھی نوا پرداز ہے'' لکھا ہے اور پھر کاٹ دیا ہے -
۲- عرشی : ''بال و پرِ پرواز'' -

سرنوشتِ اضطراب انجامیِ الفت نہ پوچھ
نالِ خامہ خار در پیراہنِ آغاز ہے

نالۂ دل نغمہ ریزاں ہے بہ مضرابِ خیال
رشتۂ پا یان نواسامانِ بندِ ساز ہے

شرم ہے طرزِ تلاشِ انتخابِ یک نگاہ
اضطرابِ چشمِ برپادوختہ غمّاز ہے

شوخیِ اظہار کو جز وحشتِ مجنوں اسد
بسکہ لیلائے سخن محمل نشینِ راز ہے

●

خوابِ جمعیّتِ مخمل ہے پریشاں مجھ سے
رگِ بستر کو ملی شوخیِ مژگاں مجھ سے

غمِ عشاق نہ ہو سادگی آموزِ بتاں
آرزو خانۂ آئینہ ہے ویراں مجھ سے

کنجِ تاریک و کمیں گیریِ اختر شمری
عینکِ چشم بنا روزنِ زنداں مجھ سے

اے تسلی ہوس وعدہ فریب افسوں ہے
ورنہ کیا ہو نہ سکے نالہ بہ ساماں مجھ سے

بستنِ عہدِ محبت ہمہ نادانی تھا
چشمِ نکشودہ رہا عقدۂ پیماں مجھ سے

آتش افروزیِ یک شعلۂ ایماں تجھ سے
چشمک آرائیِ صد شہرِ چراغاں مجھ سے

اے اسد! دسترسِ وصلِ تمنا معلوم
کاش ہو قدرتِ برچیدنِ داماں مجھ سے

●

بہارِ تعزیت آبادِ عشق ماتم ہے
کہ تیغِ یار ہلالِ مہِ محرم ہے

بہ رہنِ ضبط ہے آئینہ بندیِ گوہر
وگرنہ بحر میں ہر قطرہ چشمِ پُر نم ہے

چمن میں کون ہے طرز آفرینِ شیوۂ عشق
کہ گل ہے بلبلِ رنگین و بیضہ شبنم ہے

اگر نہ ہووے رگِ خواب صرفِ شیرازہ
تمام دفترِ ربطِ مزاج برہم ہے

اسد بہ نازکیِ طبعِ آرزو انصاف!
کہ ایک وہمِ ضعیف و غمِ دو عالم ہے

●

ہر قدم دوریِ منزل ہے نمایاں مجھ سے
میری رفتار سے بھاگے ہے بیاباں مجھ سے

درسِ عنوانِ تماشا بہ تغافل خوشتر
ہے نگہ رشتۂ شیرازۂ مژگاں مجھ سے

وحشتِ آتشِ دل سے شبِ تنہائی میں
دُود کی طرح رہا سایہ گریزاں مجھ سے

اثرِ آبلہ کرتا ہے بیاباں روشن
جادہ جوں رشتۂ گوہر ہے چراغاں مجھ سے

بیکسی ہائے شبِ ہجر کی وحشت مت پوچھ
سایہ خورشیدِ قیامت میں ہے پنہاں مجھ سے

بے خودی بسترِ تمہیدِ فراغت ہو جو
پُر ہے سائے کی طرح میرا شبستاں مجھ سے

شوقِ دیدار میں گر تو مجھے گردن مارے
جوں گلِ شمع ہو نظّارہ پریشاں مجھ سے

گردشِ ساغرِ صد جلوۂ رنگیں تجھ سے
آئنہ داریِ یک دیدۂ حیراں مجھ سے

نگہِ گرم سے اک آگ ٹپکتی ہے اسد
ہے چراغاں خس و خاشاکِ گلستاں مجھ سے

●

عذارِ یار نظربندِ چشمِ گریاں ہے
عجب کہ پرتوِ خور شمعِ شبنمستاں ہے

زباں بہ کامِ خموشاں ز فرطِ تلخیِ ضبط
بہ رنگِ پستہ بہ زہراب دادہ پیکاں ہے

قبائے جلوہ فزائے لباسِ عریانی
بہ طرزِ گل رگِ جاں مجھ کو تارِ داماں ہے

لبِ گزیدۂ معشوق ہے دلِ افگار
نشانِ بُرشِ شمشیرِ زخمِ دنداں ہے

کشودِ غنچۂ دل ہا عجب نہ رکھ غافل
صباخرامیِ خوباں بہار ساماں ہے

فغاں کہ بہرِ شفائے حصولِ ناشدنی
دماغ نازکشِ منّتِ طبیباں ہے

اسد! جہاں کہ علی بر سر نوازش ہو
کشادِ عقدۂ دشوار کارِ آساں ہے

●

[1] بسکہ حیرت سے ز پا افتادۂ زنہار ہے
ناخنِ انگشت تبخالِ لبِ بیمار ہے

زلف سے شب درمیاں دادن نہیں ممکن دریغ
ورنہ صد محشر بہ رہنِ صافیِ رخسار ہے

در خیال آبادِ سودائے سرِ مژگانِ دوست
صد رگِ جاں جادہ آسا وقفِ نشتر زار ہے

۱- اس غزل کے حاشیے پر ذیل کے تین شعر موٹے قلم سے بد خط شکستہ میں لکھے ہوئے ہیں :

جی جلے ذوق فنا کی ناتمامی پر نہ کیوں
ہم نہیں جلتے ، نفس ہر چند آتشبار ہے
ہے وہی بد مستیِ ہر ذرّہ کا خود عذرخواہ
جس کے جلوے سے زمیں تا آسماں سرشار ہے
مجھ سے مت کہہ تو ہمیں کہتا تھا اپنی زندگی
زندگی سے بھی مرا جی ان دنوں بیزار ہے

بسکہ ویرانی سے کفر و دیں ہوئے زیر و زبر
گردِ صحرائے حرم تا کوچۂ زنّار ہے

اے سرِ شوریدہ نازِ عشق و پاسِ آبرو
یک طرف سودا و یک سُو منّتِ دستار ہے

وصل میں دل انتظارِ طرفہ رکھتا ہے مگر
فتنہ تاراجِ تمنّا کے لیے درکار ہے

ایک جا حرفِ وفا لکّھا تھا سو بھی مٹ گیا
ظاہرا کاغذ ترے خط کا غلط بردار ہے

خانماںہا پائمالِ شوخیِ دعویٰ **اسد**
سایۂ دیوار سیلابِ در و دیوار ہے

●

[1] تغافل مشربی سے ناتمامی بسکہ پیدا ہے
نگاہِ ناز چشمِ یار میں زنّارِ مینا ہے

۱- اس غزل کے حاشیے پر سات اشعار کی حسبِ ذیل غزل لکھی ہے (موٹا قلم ، بدخط شکستہ) ۔ عجیب بات ہے کہ حاشیے کی غزل کے تیسرے شعر کے تقریباً سامنے متن کی مندرجہ غزل کا دوسرا شعر آتاہے اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ ایک ہی شعر حاشیے اور متن میں دوبارہ آمنے سامنے لکھا ہوا ہے ۔ اس سے زیادہ عجیب یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حاشیے کے ان اندراجات کے عین بالمقابل وہ صفحہ ہے جس کے متن میں اگلی سے اگلی غزل (اثر سوز محبت کا . . . الخ) درج ہے :

اثر سوزِ محبت کا قیامت بے محابا ہے
کہ رگ سے سنگ میں تخمِ شرر کا ریشہ پیدا ہے

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

تصرّف وحشیوں میں ہے تصوّر ہائے مجنوں کا
سوادِ چشمِ آہو عکسِ خالِ روئے لیلیٰ ہے

محبت طرزِ پیوندِ نہالِ دوستی جانے
دویدن ریشہ ساں مفتِ رگِ خوابِ زلیخا ہے

کیا یکسر گدازِ دل بہ نازِ جوششِ حسرت
سویدا نسخۂ تہہ بندیِ داغِ تمنا ہے

ہجومِ ریزشِ خوں کے سبب رنگ اُڑ نہیں سکتا
حنائے پنجۂ صیاد مرغِ رشتہ بر پا ہے

(بقیہ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ)

بہ سعیِ غیر ہے قطعِ لباسِ خانہ ویرانی
کہ تارِ جادۂ رہ رشتۂ دامانِ صحرا ہے

تصرف وحشیوں میں ہے تصور ہائے مجنوں کا
سوادِ چشمِ آہو عکسِ خالِ روئے لیلیٰ ہے

خزاں کیا ، فصلِ گل کہتے ہیں کس کو ، کوئی موسم ہو
وہی ہم ہیں ، قفس ہے ، اور ماتم بال و پر کا ہے

تصور بہرِ تسکینِ طپیدن ہائے طفلِ دل
بہ باغِ رنگہائے رفتہ گلچینِ تماشا ہے

مجھے شب ہائے تاریکِ فراقِ شعلہ رویاں میں
چراغِ خانۂ دل سوزشِ داغِ تمنا ہے

ترے نوکر ترے در پر **اسد** کو ذبح کرتے ہیں
ستمگر ! ناخدا ترس ! آشنا کش ! ماجرا کیا ہے ؟

[1] اسد گر نام ِ والائے علی تعویذ ِ بازو ہے
غریق ِ بحر ِ خوں تمثال در آئینہ رہتا ہے

●

[2] شفق بہ دعوئ عاشق گواہ ِ رنگیں ہے
کہ ماہ دزد ِ حنائے کف ِ نگاریں ہے

کرے ہے بادہ ترے لب سے کسب ِ رنگ ِ فروغ
خط ِ پیالہ سراسر نگاہ ِ گلچیں ہے

عیاں ہے پائے حنائی سے پرتو ِ خورشید
رکاب روزن ِ دیوار ِ خانۂ زیں ہے

جبین ِ صبح ِ امید ِ فسانہ گویاں پر
درازی ِ رگ ِ خواب ِ بتان ِ خط ِ چیں ہے

١- اس مقطع کے مصرع اول کا آخری لفظ متن میں ”ہے“ [نہ کہ ”ہو“ حسب ِ نسخۂ مفتی انوار الحق] درج ہوا ہے - اسے متن ہی میں بدل کر خوش خط ”ہو“ بنا دیا ہے - اس سے زیادہ دل چسپ بات یہ ہے کہ بعد میں اس مقطع پر ”لا - لا - لا“ لکھ دیا ہے اور اس کے بجائے اس غزل کے حاشیے پر لکھی ہوئی غزل کے مقطع کو یہاں منتقل کرنا چاہا ہے -

٢- مفتی انوار الحق کے مطبوعہ نسخے میں یہ غزل چھٹے شعر پر ختم ہو جاتی ہے - مگر نسخۂ عرشی ظاہر کرتا ہے کہ قلمی دیوان میں حسب ذیل مشہور مقطع موجود ہے :

اسد ہے نزع میں چل بے وفا برائے ہذا
مقام ترک ِ حجاب و وداع ِ تمکیں ہے

ہوا نشان ِ سواد ِ دیار ِ حسن عیاں
کہ خط غبار ِ زمین خیز ِ زلف ِ مشکیں ہے

بجا ہے گر نہ سنے نالہ ہائے بلبل ِ زار
کہ گوش ِ گل نم ِ شبنم سے پنبہ آگیں ہے

●

[1] اثر سوز ِ محبت کا قیامت بے محابا ہے
کہ رگ سے سنگ میں تخم ِ شرر کا ریشہ پیدا ہے

نہاں ہے گوہر ِ مقصود جیب ِ خود شناسی میں
کہ یاں غوّاص ہے تمثال اور آئینہ دریا ہے

١- اس غزل کے حاشیے پر حسب ِ ذیل سات اشعار درج ہیں - ان میں سے پانچ شعر ، یعنی پہلا ، تیسرا ، چوتھا ، پانچواں اور ساتواں ، چھوٹی چھوٹی لکیریں کھینچ کر کاٹ دیے گئے ہیں ، مگر ان کے پڑھنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی - ان شعروں کے املا کی بعض خصوصیتیں قابل ذکر ہیں : دوسرے شعر کے پہلے مصرع میں ”مری“ کو ”میری“ نیز ”فضا“ کو ”فزا“ - اور دوسرے مصرع میں ”اِسی“ کو بالوضاحت ”اوسی“ لکھا ہے - چوتھے شعر میں ”نشاط ِ دیدۂ بینا“ کے بعد لفظ ”ہے“ غائب ہے - پانچویں شعر کے مصرع ثانی میں قافیہ ”وا“ لکھا ہے مگر متن کی اگلی سے اگلی غزل کا پانچواں شعر دیکھیے تو یہ قافیہ ”پا“ درج ہوا ہے جو درست معلوم ہوتا ہے - ان تصریحات کے بعد سات ابیات کی اس غزل کی نقل مطابق ِ اصل پیش کی جاتی ہے :

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

عزیزاں گرچہ بہلاتے ہیں ذکرِ وصل سے لیکن[1]
مجھے افسونِ خوابِ افسانۂ خوابِ زلیخا ہے
تصورِ بہرِ تسکینِ طپیدن ہائے طفلِ دل
بہ باغِ رنگ ہائے رفتہ گلچینِ تماشا ہے
بہ سعیِ غیر ہے قطعِ لباسِ خانہ ویرانی
کہ تارِ جادۂ رہ رشتۂ دامانِ صحرا ہے

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

بہ بزمِ مے پرستی حسرتِ تکلیفِ بے جا ہے
کہ جامِ بادہ کف بر لب بہ‌تکلیفِ تقاضا ہے
مری ہستی فزائے حیرتِ آبادِ تمنا ہے
جسے کہتے ہیں نالہ وہ اوسی عالم کا عنقا ہے
نہ لائی شوخیِ اندیشہ تابِ دردِ نومیدی
کفِ افسوس ملنا عہدِ تجدیدِ تمنا ہے
نشاط دیدۂ بینا ہے کُو خواب و چہ بیداری
بہم آوردہ مژگاں روئے بر روئے تماشا ہے
نسودے آبلوں میں گر سرشکِ دیدۂ نم سے
بجولاں گاہِ نومیدی نگاہِ عاجزاں وا ہے
وفائے دلبراں ہے اتفاق ورنہ اے ہمدم
اثر فریاد دلہائے حزیں کا کس نے دیکھا ہے
اسد یاسِ تمنا سے نہ رکھ امیدِ آزادی
گدازِ ہر تمنا آبیارِ ہر تمنا ہے

۱۔ اس شعر کے مصرع اول پر اصلاحِ ذیل موٹے قلم سے خوش خط شکستہ میں درج ہے:
عزیزو ذکرِ وصلِ غیر سے مجھ کو نہ بہلاؤ

مجھے شب ہائے تاریکِ فراقِ شعلہ رویاں میں
چراغِ خانۂ دل سوزشِ داغِ تمنا ہے
ترے نوکر ترے در پر اسد کو ذبح کرتے ہیں
ستمگر! نا خدا ترس! آشنا کش! ماجرا کیا ہے

●

جوہرِ آئینہ ساں مژگاں بہ دل آسودہ ہے
قطرہ جو آنکھوں سے ٹپکا سو نگہ آلودہ ہے
دامگاہِ عجز میں سامانِ آسایش کہاں
پر فشانی بھی فریبِ خاطرِ آسودہ ہے
اے ہوس عرضِ بساطِ نازِ مشتاق نہ مانگ
جوں پرِ طاؤس چندیں داغ مشک اندودہ ہے
ہے ریا کا رتبہ بالا تر تصور کردنی
تیرگی سے داغ کی مہ سیمِ مس اندودہ ہے
کیا کہوں پرواز کی آوارگی کی کشمکش
عافیت سرمایۂ بال و پرِ نکشودہ ہے
ہے سوادِ خط پریشان موئیِ اہلِ عزا
خامہ میرا شمعِ قبرِ کشتگاں کا دودہ ہے
جس طرف سے آئے ہیں، آخر ادھر ہی جائیں گے
مرگ سے وحشت نہ کر راہِ عدم پیمودہ ہے
پنبۂ مینائی ہی رکھ لو تم اپنے کان میں
مے پرستاں ناصحِ بے صرفہ گو بیہودہ ہے

کثرتِ انشائے مضمونِ تحیّر سے اسد
ہر سرِ انگشت نوکِ خامۂ فرسودہ ہے

●

[1] بہ بزمِ مے پرستی حسرتِ تکلیف بے جا ہے
کہ جامِ بادہ کف برلب بہ تکلیفِ تقاضا ہے
نشاطِ دیدۂ بینا ہے کُو خواب و چہ بیداری
بہم آوردہ مژگاں بوسۂ روئے تماشا ہے

۱۔ متن کی گزشتہ سے پیوستہ غزل کے حاشیے پر جو سات شعر درج ہیں ، اُن میں سے پانچ اشعار (نمبر ۱ ، نمبر ۳ ، نمبر ۴ ، نمبر ۵ ، نمبر ۷) اس غزل کے پانچ اشعار سے ملا کر پڑھنے چاہئیں -
(۱) اس غزل کا مطلع بجنسہ مذکورۂ بالا شعر نمبر ۱ ہے -
(۲) غزل کا دوسرا شعر مذکورۂ بالا پانچ اشعار میں نمبر ۴ ہے ، جہاں ''بوسۂ روئے تماشا'' کے بجائے ''روئے بر روئے تماشا'' درج ہوا ہے -
(۳) تیسرا شعر مذکورۂ بالا شعر نمبر ۳ سے اس حد تک مختلف ہے کہ یہاں اگرچہ ''کفِ افسوس سودن'' لکھا ہے مگر وہاں حاشیے پر ''کفِ افسوس ملنا'' درج ہوا ہے - ظاہر ہے کہ حاشیے کا یہ اندراج بعد کی اصلاح کی نقل ہے -
(۴) پانچواں شعر بجنسہِ مذکورہ بالا شعر نمبر ۵ ہے ، بجز اس فرق کے کہ یہاں متن میں قافیہ ''پا'' ہے اور وہاں حاشیے میں قافیہ ''وا'' ہے ، جو ممکن ہے سہو کاتب ہو -
(۵) مقطع کا مصرع اول دونوں جگہ مشترک ہے مگر حاشیے کا اندراج ''گداز ہر تمنا . . .'' الخ - بعد کی اصلاح کی نقل معلوم ہوتا ہے -

نہ لائی شوخیِ اندیشہ تابِ دردِ نومیدی
کفِ افسوس سودن عہدِ تجدیدِ تمنا ہے
نگہ معمارِ حسرت ہا ، چہ آبادی ، چہ ویرانی
کہ مژگاں جس طرف وا ہو بہ کف دامانِ صحرا ہے
نسودے آبلوں میں گر سرشکِ دیدۂ نم سے
بہ جولاں گاہِ نومیدی نگاہِ عاجزاں پا ہے
بہ سختی ہائے قیدِ زندگی معلوم آزادی
شرر در بندِ دامِ رشتۂ رگہائے خارا ہے
اسد یاسِ تمنّا سے نہ رکھ امیدِ آزادی
گدازِ آرزو ہا آبیارِ آرزو ہا ہے

●

بہرِ پروردن سراسر لطف گستر سایہ ہے
پنجۂ مژگاں بہ طفلِ اشک دستِ دایہ ہے
فصلِ گل میں دیدۂ خونیں نگاہانِ جنوں
دولتِ نظّارۂ گل سے شفق سرمایہ ہے
شورشِ باطن سے یاں تک مجھ کو غفلت ہے کہ آہ
شیونِ دل یک سرودِ خانۂ ہمسایہ ہے
کیوں نہ تیغِ یار کو مشّاطۂ الفت کہوں
زخم مثلِ گل سراپا کے مرے پیرایہ ہے
اے اسد آباد ہے مجھ سے جہانِ شاعری
خامہ میرا تختِ سلطانِ سخن کا پایہ ہے

●

چشمِ گریاں بسملِ شوقِ بہارِ دید ہے
اشک ریزی عرضِ بالِ افشانیِ امید ہے
دامنِ گردوں میں رہ جاتا ہے ہنگامِ وداع
گوہرِ شب تاب اشکِ دیدۂ خورشید ہے
رتبۂ تسلیمِ خلّت‌مشرباں عالی سمجھ
چشمِ قربانی گلِ شاخِ ہلالِ عید ہے
کچھ نہیں حاصل تعلق میں بغیر از کشمکش
اے خوشا رندی[1] کہ مرغِ گلشنِ تجرید ہے
کثرتِ اندوہ سے حیران و مضطر ہے اسد
یا علی وقتِ عنایات و دمِ تائید ہے

●

فرصت آئینۂ صد رنگِ خود آرائی ہے
روز و شب یک کفِ افسوسِ تماشائی ہے
وحشتِ زخمِ وفا دیکھ کہ سر تا سرِ دل
بخیہ جوں ، جوہرِ تیغ آفتِ گیرائی ہے
شمع آسا چہ سرِ دعوی و کُو پائے ثبات
گلِ صد شعلہ بہ یک جیبِ شکیبائی ہے
نالہ خونیں ورق و دل گلِ مضمونِ شفق
چمن آرائے نفس وحشت تنہائی ہے

۱- عرشی : ”رندے“ ۔

بوئے گل فتنۂ بیدار و چمن جامۂ خواب
وصل بر رنگِ تپش کسوتِ رسوائی ہے
شرم طوفانِ خزاں رنگِ طرب گاہِ بہار
گلِ مہتاب بہ کفِ چشمِ تماشائی ہے
باغِ خاموشیِ دل سے سخنِ عشق اسد
نفسِ سوختہ رمزِ چمن ایمائی ہے

●

عیادت بسکہ تجھ سے گرمیِ بازارِ بستر ہے
فروغِ شمعِ بالیں طالعِ بیدارِ بستر ہے
بہ ذوقِ شوخیِ اعضا تکلّف بارِ بستر ہے
معافِ پیچ و تابِ کشمکش ہر تارِ بستر ہے
معمّائے تکلّف سربہ مُہرِ چشم پوشیدن
گدازِ شمعِ محفل پیچشِ طومارِ بستر ہے
مژہ فرشِ رہ و دل ناتوان و آرزو مضطر
بہ پائے خفتہ سیرِ وادیِ پُرخارِ بستر ہے
سرشکِ سر بہ صحرا دادہ نورالعینِ داماں ہا
دلِ بے دست و پا افتادہ برخوردارِ بستر ہے
بہ طوفاں گاہِ جوشِ اضطرابِ وحشتِ شب ہا
شعاعِ آفتابِ صبحِ محشر تارِ بستر ہے
اسد جوشِ بہارِ دیدۂ بیدار کے صدقے
بہاری دید کو خوابِ زلیخا عارِ بستر ہے

---

[1] خطر ہے رشتۂ الفت رگِ گردن نہ ہو جائے
غرورِ دوستی آفت ہے تُو دشمن نہ ہو جائے
بہ پاسِ شوخیِ مژگاں سرِ ہر خار سوزن ہے
تبسم برگِ گل کو بخیۂ دامن نہ ہو جائے
جراحت دوزیِ عاشق ہے جائے رحم ڈرتا ہوں
کہ رشتہ تارِ اشکِ دیدۂ سوزن نہ ہو جائے
غضب شرم آفریں ہے رنگ ریزی ہائے خودبینی
سفیدی آئنے کی پنبۂ روزن نہ ہو جائے
سمجھ اس فصل میں کوتاہیِ نشو و نما غالب
اگر گل سرو کے قامت پہ پیراہن نہ ہو جائے

نوائے خفتۂ الفت اگر بے تاب ہو جاوے
پرِ پروانہ تارِ شمع پر مضراب ہو جاوے
اگر وحشت عرق افشانِ بے پروا خرامی ہو
بیاضِ دیدۂ آہو کفِ سیلاب ہو جاوے
ز بس طوفانِ آب و گل ہے غافل کیا تعجب ہے
کہ ہر یک گردبادِ گلستاں گرداب ہو جاوے

۱- مطبوعہ نسخہ ان پانچوں اشعار کی ردیف میں ''جائے'' درج کرتا ہے - مگر نسخۂ عرشی میں ''جاوے'' ہے جو درست معلوم ہوتا ہے -

اثر میں یاں تک اے دستِ دعا اعجاز پیدا کر
کہ سجدہ قبضۂ تیغِ خمِ محراب ہو جاوے
بہ رنگِ گل اگر شیرازہ بندِ بے خودی رہیے
ہزار آشفتگی مجموعۂ یک خواب ہو جاوے
اسد باوصفِ عجز بے تکلّف خاک گردیدن
غضب ہے گر غبارِ خاطرِ احباب ہو جاوے

تا چند نازِ مسجد و بت خانہ کھینچیے
جوں شمع دل بہ خلوتِ جانانہ کھینچیے
بہزاد نقشِ یک دلِ صد چاک عرض کر
گر زلفِ یار کھینچ نہ سکے شانہ کھینچیے
راحت کمینِ شوخیِ تقریبِ نالہ ہے
پائے نظر بہ دامنِ افسانہ کھینچیے
زلفِ پری بہ سلسلۂ آرزو رسا
یک عمر دامنِ دلِ دیوانہ کھینچیے
یعنی دماغِ غفلتِ ساقی رسیدہ تر
خمیازۂ خمار سے پیمانہ کھینچیے
پروازِ آشیانۂ عنقائے ناز ہے
بالِ پری بہ وحشتِ بے جا نہ کھینچیے

عجز و نیاز سے تو نہ آیا وہ راہ پر
دامن کو اُس کے آج حریفانہ کھینچیے
ہے ذوقِ گریہ عزمِ سفر کیجیے اسد
رختِ جنونِ سیل بہ ویرانہ کھینچیے

●

وہ مژہ بر آہ رویانیدن[1] از دل تیز ہے
یہ زمیں مثلِ نیستاں سخت ناوک خیز ہے
ہو سکے کیا خاک دست و بازوئے فرہاد سے
بیستوں خوابِ گرانِ خسروِ پرویز ہے
ان ستم کیشوں کے کھائے ہیں زبس تیرِ نگاہ
پردۂ بادام یک غربالِ حسرت بیز ہے
خوں چکاں ہے جادہ مانندِ رگِ سودائیاں
سبزۂ صحرائے اُلفت نشترِ خوں ریز ہے
جلوۂ گل دیکھ روئے یار یاد آیا اسد
جوششِ فصلِ بہاری اشتیاق انگیز ہے

●

دامانِ دل بہ وہمِ تماشا نہ کھینچیے
اے مدعّی خجالتِ بےجا نہ کھینچیے

۱- عرشی : ''رویانیدن'' ۔

گل سر بہ سر اشارۂ جیبِ دریدہ ہے
نازِ بہار جز بہ تقاضا نہ کھینچیے
حیرت حجابِ جلوہ و وحشت غبارِ راہ
پائے نظر بہ دامنِ صحرا نہ کھینچیے
واماندگی بہانہ و دل بستگی فریب
دردِ طلب بہ آبلۂ پا نہ کھینچیے
گر صفحے کو نہ دیجیے پردازِ سادگی
جز خطِّ عجز نقشِ تمنّا نہ کھینچیے
خود نامہ بن کے جائیے اُس آشنا کے پاس
کیا فائدہ کہ منّتِ بیگانہ کھینچیے
دیدارِ دوستانِ لباسی ہے ناگوار
صورت بہ کارخانۂ دیبا نہ کھینچیے
ہے بےخمار نشّۂ خونِ جگر اسد
دستِ ہوس بہ گردنِ مینا نہ کھینچیے

●

زلفِ سیہ افعی نظرِ بد قلمی ہے
ہر چند خطِ سبز و زمرّد رقمی ہے
ہے مشقِ وفا جانتے ہیں لغزشِ پا تک
اے شمع تجھے دعویٔ ثابت قدمی ہے
ہے عرضِ شکست آئنۂ جرأتِ عاشق
جز آہ کہ سر لشکرِ وحشت علَمی ہے

واماندۂ ذوقِ طربِ وصل نہیں ہوں
اے حسرتِ بسیار تمنّا کی کمی ہے
وہ پردہ نشیں اور اسد آئینۂ اظہار
شہرت چمنِ فتنہ و عنقا ارمی ہے

●

[1] تر جبیں رکھتی ہے شرمِ قطرہ سامانی مجھے
موجِ گردابِ حیا ہے چینِ پیشانی مجھے
شبنم آسا کُو مجالِ سبحہ گردانی مجھے
ہے شعاعِ مہر زنّارِ سلیمانی ہے
بلبلِ تصویر ہوں بیتابِ اظہارِ تپش
جنبشِ نالِ قلم جوشِ پریشانی مجھے
ضبطِ سوزِ دل ہے وجہِ حیرتِ اظہارِ حال
داغ ہے مُہرِ دہن جوں چشمِ قربانی مجھے

۱- اس غزل کے حاشیے پر موٹے قلم سے شکستہ خط میں یہ دو شعر درج ہیں :

کیوں نہ ہو بے التفاتی اس کی خاطر جمع ہے
جانتا ہے محوِ پرسشِ ہائے پنہانی مجھے
میرے غم خانے کی قسمت جب رقم ہونے لگی
لکھ دیا منجملۂ اسبابِ ویرانی مجھے

شوخ ہے مثلِ حباب از خویش بیروں آمدن
ہے گریباں گیرِ فرصت ذوقِ عریانی مجھے
وا کیا ہرگز نہ میرا عقدۂ تارِ نفس
ناخنِ بُرّیدہ ہے تیغِ صفاہانی مجھے
ہوں ہیولائے دو عالم صورتِ تقریر اسد
فکر نے سونپی خموشی کی گریبانی مجھے

●

یاد ہے شادی میں عقدِ نالۂ یارب مجھے
سبحۂ زاہد ہوا ہے خندہ زیرِ لب مجھے
ہے کشادِ خاطرِ وابستہ دَر رہنِ سخن
تھا طلسمِ قفلِ ابجد خانۂ مکتب مجھے
یارب اس آشفتگی کی داد کس سے چاہیے
رشک آسایش پہ ہے زندانیوں کی اب مجھے
صبح ناپیدا ہے کلفت‌خانۂ ادبار میں
توڑنا ہوتا ہے رنگِ یک نفس ہر شب مجھے
شومیِ طالع سے ہوں ذوقِ معاصی میں اسیر
نامۂ اعمال ہے تاریکیِ کوکب مجھے
درد نا پیدا و بےجا تہمتِ وارستگی
پردہ دارِ یاوگی ہے وسعتِ مشرب مجھے
طبع ہے مشتاقِ لذّت ہائے حسرت کیا کروں
آرزو سے ہے شکستِ آرزو مطلب مجھے

دل لگا کر آپ بھی غالب مجھی سے ہو گئے
عشق سے آتے تھے مانع میرزا صاحب مجھے

●

بسکہ سودائے خیالِ زلف وحشت ناک ہے
تا دلِ شب آبنوسی شانہ آسا چاک ہے

یاں فلاخن بازِ کس کا نالۂ بے باک ہے
جادہ تا کہسار موئے چینیِ افلاک ہے

ہے دو عالم نازِ یک صیدِ شہِ دُلدل سوار
یاں خطِ پرکارِ ہستی حلقۂ فتراک ہے

خلوتِ بال و پرِ قمری میں وا کر راہِ شوق
جادۂ گلشن بہ رنگِ ریشہ زیرِ خاک ہے

عیش گرمِ اضطراب و اہلِ غفلت سرد مہر
دورِ ساغر یک گلستاں بر گریزِ تاک ہے

عرضِ وحشت پر ہے نازِ ناتوانی ہائے دل
شعلۂ بے پردہ چینِ دامنِ خاشاک ہے

ہے کمندِ موجِ گل آشفتہ فتراکی اسد
رنگ یاں بُو سے سوارِ توسنِ چالاک ہے

●

ز بسکہ مشقِ تماشا جنوں علامت ہے
کشاد و بستِ مژہ سیلیِ ندامت ہے

بہ پیچ و تابِ ہوس سلکِ عافیت مت توڑ
نگاہِ خفتہ سرِ رشتۂ سلامت ہے

وفا مقابل و دعوائے عشق بے بنیاد
جنونِ ساختہ و فصلِ گل قیامت ہے

نہ جانوں کیونکہ مٹے داغِ طعنِ بد عہدی
تجھے کہ آئنہ بھی ورطۂ ملامت ہے

اسد ! بہارِ تماشائے گلستانِ حیات
وصالِ لالہ عذارانِ سرو قامت ہے

●

مژہ پہلوئے چشم اے جلوۂ ادراک باقی ہے
ہوا وہ شعلہ داغ اور شوخیِ خاشاک باقی ہے

چمن میں کچھ نہ چھوڑا تو نے غیر از بیضۂ قمری
عدم میں بھر فرقِ سرو مشتِ خاک باقی ہے

گدازِ سعیِ بینش شست و شو سے نقشِ خود کامی
سراپا شبنم آئیں یک نگاہِ پاک باقی ہے

ہوا ترکِ لباسِ زعفرانی دل کشا لیکن
ہنوز آفت نسب یک عقدہ یعنی چاک باقی ہے

چمن زارِ تمنا ہو گئی[1] صرفِ خزاں لیکن
بہارِ نیم رنگِ آہِ حسرت ناک باقی ہے

۱- عرشی : ”گیا“

نہ حیرت چشمِ ساقی کی نہ صحبت دورِ ساغر کی
مری محفل میں غالب گردشِ افلاک باقی ہے

●

شکلِ طاؤس گرفتار بنایا ہے مجھے
ہوں وہ گلدام کہ سبزے میں چھپایا ہے مجھے
پرِ طاؤس تماشا نظر آیا ہے مجھے
ایک دل تھا کہ بہ صد چشم دکھایا ہے مجھے
عکسِ خط تا سخنِ ناصحِ دانا سرسبز
آئنہ بیضۂ طوطی نظر آیا ہے مجھے
سُنبلستانِ جنوں ہوں ستمِ نسبتِ زلف
مُوکشاں خانۂ زنجیر میں لایا ہے مجھے
گردباد آئنۂ محشرِ خاکِ مجنوں
یک بیاباں دلِ بیتاب اٹھایا ہے مجھے
حیرتِ کاغذِ آتش زدہ ہے جلوۂ عمر
تہِ خاکسترِ صد آئنہ پایا ہے مجھے
لالہ و گل بہم آئینۂ اخلاقِ بہار
ہوں میں وہ داغ کہ پھولوں میں بسایا ہے مجھے
دردِ اظہارِ تپش کسوتیِ گل معلوم
ہوں میں وہ چاک کہ کانٹوں میں سلایا ہے مجھے
بے دماغِ تپش و عرضِ دو عالم فریاد
ہوں میں وہ خاک کہ ماتم میں اڑایا ہے مجھے

جامِ ہر ذرہ ہے سرشارِ تمنّا مجھ سے
کس کا دل ہوں کہ دو عالم سے لگایا ہے مجھے
جوشِ فریاد سے لوں گا دیتِ خواب **اسد**
شوخیِ نغمۂ **بیدل** نے جگایا ہے مجھے

●

شوخیِ مضرابِ جولاں آبیارِ نغمہ ہے
برگریزِ ناخنِ مطرب بہارِ نغمہ ہے
کس سے اے غفلت تجھے تعبیرِ آگاہی ملے
گوشہا سیابی و دل بےقرارِ نغمہ ہے
سازِ عیشِ بے دلی ہے خانہ ویرانی مجھے
سیل یاں کوکِ صدائے آبشارِ نغمہ ہے
سنبلی‌خواں ہے بہ ذوقِ تارِ گیسوئے دراز
نالۂ زنجیرِ مجنوں رشتہ دارِ نغمہ ہے
شوخیِ فریاد سے ہے پردۂ زنبورِ گل
کسوتِ ایجادِ بلبل خارِ خارِ نغمہ ہے
نشہ ہا شادابِ رنگ و سازہا مستِ طرب
شیشۂ مے سروِ سبزِ جویبارِ نغمہ ہے
ہم‌نشیں مت کہہ کہ برہم کر نہ بزمِ عیشِ یار
واں تو میرے نالے کو بھی اعتبارِ نغمہ ہے
غفلت استعدادِ ذوق و مدّعا غافل **اسد**
پنبۂ گوشِ حریفاں پود و تارِ نغمہ ہے

●

خود فروشیہاۓ ہستی بسکہ جائے خندہ ہے
تا شکستِ قیمتِ دلہا صدائے خندہ ہے

شوخیِ اظہار دندانہا برائے خندہ ہے
دعوئ جمعیّتِ احباب جائے خندہ ہے

ہیں عدم میں غنچہ ہا عبرت کشِ انجامِ گل
یک جہاں زانو تامّل در قفائے خندہ ہے

عیشِ بےتابی حرامِ کلفتِ افسردگی
عرضِ دنداں در دل افشردن بنائے خندہ ہے

نقشِ عبرت در نظر ہا نقدِ عشرت در بساط
دو جہاں وسعت بہ قدرِ یک فضائے خندہ ہے

جائے استہزا ہے عشرت کوشیِ ہستی **اسد**
صبح و شبنم فرصتِ نشو و نمائے خندہ ہے

●

حسنِ بےپروا خریدارِ متاعِ جلوہ ہے
آئنہ زانوئے فکرِ اختراعِ جلوہ ہے

عجزِ دیدنہا بہ ناز و نازِ رفتنہا بہ چشم
جادۂ صحرائے آگاہی شعاعِ جلوہ ہے

اختلافِ رنگ و بو طرحِ بہارِ بےخودی
صلحِ کل گردِ ادب گاہِ نزاعِ جلوہ ہے

تا کجا اے آگہی رنگِ تماشا باختن
چشمِ وا گردیدہ آغوشِ وداعِ جلوہ ہے

حسنِ خوباں بسکہ بےقدرِ تماشا ہے **اسد**
آئنہ یک دستِ ردِّ امتناعِ جلوہ ہے

●

جب تک دہانِ زخم نہ پیدا کرے کوئی
مشکل کہ تجھ سے راہِ سخن وا کرے کوئی

سربر ہوئی نہ وعدۂ صبر آزما سے عمر
فرصت کہاں کہ تیری تمنا کرے کوئی

عالم غبارِ وحشتِ مجنوں ہے سربسر
کب تک خیالِ طرّۂ لیلا کرے کوئی

افسردگی نہیں طرب انشائے التفات
جوں درد میرے دل میں مگر جا کرے کوئی

رونے سے اے ندیم ملامت نہ کر مجھے
آخر کبھی تو عقدۂ دل وا کرے کوئی

تمثالِ جلوہ عرض کر اے حسن! کب تلک
آئینۂ خیال کو دیکھا کرے کوئی

چاکِ جگر سے جب رہِ پرسش نہ وا ہوئی
کیا فائدہ کہ جیب کو رسوا کرے کوئی

بےکاریِ جنوں کو ہے سر پیٹنے کا شغل
جب ہاتھ ٹوٹ جائیں تو پھر کیا کرے کوئی

حسنِ فروغِ شمعِ سخن دور ہے **اسد**
پہلے دلِ گداختہ پیدا کرے کوئی

●

جنونِ رسوائی وارستگیِ زنجیر بہتر ہے
بقدرِ مصلحت دل تنگیِ تدبیر بہتر ہے

خوشا خود بینی و تدبیر و غفلت نقدِ اندیشہ
بہ دینِ عجز اگر بدنامیِ تقدیر بہتر ہے

دلِ آگاہ تسکیں خیزِ بے دردی نہ ہو یارب
نفس آئینہ دارِ آہِ بے تاثیر بہتر ہے

خدایا! چشم تا دل درد ہے افسونِ آگاہی
نگہ حیرت سوادِ خوابِ بے تعبیر بہتر ہے

درونِ جوہرِ آئینہ جوں برگِ حنا خوں ہے
بتاں نقشِ خود آرائی حیا تحریر بہتر ہے

تمنائے اسد قتلِ رقیب اور شکر کا سجدہ
دعائے دل بہ محرابِ خمِ شمشیر بہتر ہے

●

وحشت کہاں کہ بے خودی انشا کرے کوئی
ہستی کو لفظِ معنیِ عنقا کرے کوئی

ہے لختِ دل سے جوں مژہ ہر خار شاخِ گل
تا چند باغبانیِ صحرا کرے کوئی

جو کچھ ہے محوِ شوخیِ ابروئے یار ہے
آنکھوں کو رکھ کے طاق پہ دیکھا کرے کوئی

ہے وحشتِ طبیعتِ ایجاد نالہ خیز
یہ درد وہ نہیں کہ نہ پیدا کرے کوئی

ناکامیِ نگاہ ہے برقِ نظارہ سوز
تو وہ نہیں کہ تجھ کو تماشا کرے کوئی

عرضِ سرشک پر ہے فضائے زمانہ تنگ
صحرا کہاں کہ دعوتِ دریا کرے کوئی

وہ شوخ اپنے حسن پہ مغرور ہے اسد
دکھلا کے اس کو آئنہ توڑا کرے کوئی

●

دریوزۂ ساماں ہا اے بے سر و سامانی
ایجادِ گریباں ہا در پردۂ عریانی

تمثالِ تماشا ہا اقبالِ تمنّا ہا
عجزِ عرقِ شرمے اے آئنہ حیرانی

دعوائے جنوں باطل تسلیم عبث حاصل
پروازِ فنا مشکل میں عجزِ تن آسانی

بیگانگیِ خوہا موجِ رمِ آہوہا
دامِ گلۂ الفت زنجیرِ پشیمانی

پرواز تپش رنگی گلزار ہمہ تنگی
خوں ہو قفسِ دل میں اے ذوقِ پر افشانی

سنگ آمد و سخت آمد دردِ سرِ خودداری
معذورِ سبکساری مجبورِ گراں جانی

گلزارِ تمنّا ہوں گلچینِ تماشا ہوں
صد نالہ اسد بلبل در بندِ زباں دانی

باغ تجھ بن گلِ نرگس سے ڈراتا ہے مجھے
چاہوں گر سیرِ چمن آنکھ دکھاتا ہے مجھے
نالہ سرمایۂ یک عالم و عالم کفِ خاک
آسماں بیضۂ قمری نظر آتا ہے مجھے
جوہرِ تیغ بہ سر چشمۂ دیگر معلوم
ہوں میں وہ سبزہ کہ زہراب اگاتا ہے مجھے
مدّعا محوِ تماشاے شکستِ دل ہے
آئنہ‌خانے میں کوئی لیے جاتا ہے مجھے
شورِ تمثال ہے کس رشکِ چمن کا یارب
آئنہ بیضۂ بلبل نظر آتا ہے مجھے
حیرتِ آئنہ‌انجام جنوں ہوں جوں شمع
کس قدر داغِ جگر شعلہ اٹھاتا ہے مجھے
میں ہوں اور حیرتِ جاوید مگر ذوقِ خیال
بہ فسونِ نگہِ ناز ستاتا ہے مجھے
حیرتِ فکرِ سخن‌ساز سلامت ہے اسد
دل پسِ زانوئے آئینہ بٹھاتا ہے مجھے

کوہ کے ہوں بارِ خاطر گر صدا ہو جائیے
بے تکلّف اے شرارِ جستہ کیا ہو جائیے
یاد رکھیے ناز ہائے التفاتِ اوّلیں
آشیانِ طائرِ رنگِ رسا ہو جائیے

بیضہ آسا ننگِ بال و پر ہے یہ کنجِ قفس
از سرِ نو زندگی ہو گر رہا ہو جائیے
لطفِ عشق ہر یک اندازِ دگر دکھلائے گا
بے تکلّف یک نگاہِ آشنا ہو جائیے
داد از دستِ جفائے صدمۂ ضرب المثل
گر ہمہ افتادگی جوں نقشِ پا ہو جائیے
وسعتِ مشربِ نیازِ کلفتِ وحشت اسد
یک بیاباں سایۂ بالِ ہُما ہو جائیے

داغِ پشتِ دستِ عجز شعلہ خس بہ دنداں ہے
اے ہوس مبارک ہو کارِ عشق آساں ہے
کارگاہِ ہستی میں لالہ داغ ساماں ہے
برقِ خرمنِ راحت خونِ گرمِ دہقاں ہے
حیرتِ تپیدن ہا خوں بہائے دیدن ہا
رنگِ گل کے پردے میں آئنہ پرافشاں ہے
عشق کے تغافل سے ہرزہ گردیِ عالم
روئے شش جہت آفاق پشتِ چشمِ زنداں ہے
غنچہ تا شگفتن ہا برگِ عافیت معلوم
باوجودِ دل‌جمعی خوابِ گل پریشاں ہے
گل بہ کوہ از لالہ بزم‌ساز بے تابی
مثلِ دودِ مجمر ہا داغ بال افشاں ہے

اے کرم نہ ہو غافل ورنہ ہے اسد بیدل
از گُہر صدف خالی پشتِ چشمِ نیساں ہے

●

گریہ سرشاریِ شوقے بہ بیاباں زدہ ہے
قطرۂ خونِ جگر چشمکِ طوفاں زدہ ہے
گریہ بے لذّتِ کاوش نہ کرے جرأتِ شوق
قطرۂ اشک دلے بر صفِ مژگاں زدہ ہے
بے تماشا نہیں جمعیّتِ چشمِ بسمل
مژہ فالِ دو جہاں خوابِ پریشاں زدہ ہے
فرصت آئینہ و پرواز عدم تا ہستی
یک شرر بالِ دل و دیدہ چراغاں زدہ ہے
درسِ نیرنگ ہے کس موجِ نگہ کا یا رب
غنچہ صد آئنہ زانوئے گلستاں زدہ ہے
سازِ وحشت رقمی ہا کہ بہ اظہارِ اسد
دشت و ریگ آئنۂ صفحۂ افشاں زدہ ہے

●

خوابِ غفلت بہ کمیں گاہِ نظر پنہاں ہے
شام سائے میں بہ تاراجِ سحر پنہاں ہے
دو جہاں گردشِ یک سبحۂ اسرارِ نیاز
نقدِ صد دل بہ گریبانِ سحر پنہاں ہے

خلوتِ دل میں نہ کر دخل بجز سجدۂ شوق
آستاں میں صفتِ آئنہ در پنہاں ہے
فکرِ پرواز جنوں ہے سببِ ضبط نہ پوچھ
اشک جوں بیضۂ مژگاں تہِ پر پنہاں ہے
ہوش اے ہرزہ درا تہمتِ بے دردی چند
نالہ در گردِ تمنّائے اثر پنہاں ہے
وہمِ غفلت مگر احرامِ فسردن باندھے
ورنہ ہر سنگ کے باطن میں شرر پنہاں ہے
وحشتِ دل ہے اسد عالمِ نیرنگِ نشاط
خندۂ گل بہ لبِ زخمِ جگر پنہاں ہے

●

مستی بہ ذوقِ غفلتِ ساقی ہلاک ہے
موجِ شراب یک مژۂ خواب ناک ہے
کلفت طلسمِ جلوۂ کیفیّتِ دگر
زنگارخوردہ آئنہ یک برگِ تاک ہے
ہے عرضِ جوہرِ خط و خالِ ہزار عکس
لیکن ہنوز دامنِ آئینہ پاک ہے
ہوں خلوتِ فسردگیِ انتظار میں
وہ بے دماغ جس کو ہوس بھی تپاک ہے
جز زخمِ تیغِ ناز نہیں دل میں آرزو
جیبِ خیال بھی ترے ہاتھوں سے چاک ہے

جوشِ جنوں سے کچھ نظر آتا نہیں اسد
صحرا ہماری آنکھ میں اک مشتِ خاک ہے

غم و عشرت قدم‌بوسِ دلِ تسلیم‌آئیں ہے
دعائے مدّعا گم کردگانِ عشق آمیں ہے
تماشا ہے کہ ناموسِ وفا رسوائے آئیں ہے
نفس تیری گلی میں خوں ہو اور بازار رنگیں ہے
لبِ عیسیٰ کی جنبش کرتی ہے گہوارہ جنبانی
قیامت کشتۂ لعلِ بتاں کا خوابِ سنگیں ہے
ہمارا دیکھنا گر ننگ ہے سیرِ گلستاں کر
شرارِ آہ سے موجِ صبا دامانِ گلچیں ہے
پیامِ تعزیت پیدا ہے اندازِ عیادت سے
شبِ ماتم تہِ دامانِ دودِ شمعِ بالیں ہے
زبس جز حسن منّت ناگوارا ہے طبیعت پر
کشادِ عقدہ محوِ ناخنِ دستِ نگاریں ہے
نہیں ہے سرنوشتِ عشق غیر از بے دماغی ہا
جبیں پر میری مدِّ خامۂ قدرت خطِ چیں ہے
بہارِ باغِ پامالِ خرامِ جلوہ فرمایاں
حنا سے دست و خونِ کشتگاں سے تیغ رنگیں ہے
بیابانِ فنا ہے بعدِ صحرائے طلب **غالب**
پسینہ توسنِ ہمّت کا سیلِ خانۂ زیں ہے

دیکھتا ہوں وحشتِ شوقِ خروش آمادہ سے
فالِ رسوائی سرشکِ سر بہ صحرا دادہ سے
دام گر سبزے میں پنہاں کیجیے طاؤس ہو
جوشِ نیرنگِ بہارِ عرضِ صحرا دادہ سے
پا ترابِ سیلِ طوفانِ صدائے آب ہے
نقشِ پا جو کان میں رکھتا ہے انگلی جادہ سے
بزم سے وحشت کدہ ہے کس کی چشمِ مست کا
شیشے میں نبضِ پری پنہاں ہے موجِ بادہ سے
خیمۂ لیلیٰ سیاہ و خانۂ مجنوں خراب
جوشِ ویرانی ہے عشقِ داغ بیروں دادہ سے
بزمِ ہستی وہ تماشا ہے کہ جس کو ہم **اسد**
دیکھتے ہیں چشمِ از خوابِ عدم نکشادہ سے

نظر پرستی و بے کاری و خود آرائی
رقیبِ آئنہ ہے حیرتِ تماشائی
ز خود گزشتنِ دل کاروانِ حیرت ہے
نگہ غبارِ ادب گاہِ جلوہ فرمائی
بہ چشم در شدہ مژگاں ہے جوہرِ رگِ خواب
نہ پوچھ نازکیِ وحشتِ شکیبائی
خرابِ نالۂ بلبل شہیدِ خندۂ گل
ہنوز دعوئ تمکین و بیمِ رسوائی

شکستِ سازِ خیال آں سوے کریوۂ غم
ہنوز نالہ پر افشانِ ذوقِ رعنائی
ہزار قافلۂ آرزو بیاباں مرگ
ہنوز محملِ حسرت بہ دوشِ خود رائی
وداعِ حوصلہ توفیقِ شکوہ عجزِ وفا
اسد ہنوز گمانِ غرورِ دانائی

●

کوشش ہمہ بےتابِ تردّد شکنی ہے
صد جنبشِ دل یک مژہ برہم زدنی ہے
گو حوصلہ پامزدِ تغافل نہیں لیکن
خاموشیِ عاشق گلۂ کم‌سخنی ہے
دی لطفِ ہوا نے بہ جنوں طرفہ نزاکت
تا آبلہ دعوائے تنک‌پیرہنی ہے
رامشگرِ اربابِ فنا نالۂ زنجیر
عیشِ ابد از خویش بروں تاختنی ہے
از بسکہ ہے محوِ بہ چمن تکیہ زدنہا
گلبرگ پرِ بالشِ سروِ چمنی ہے
آئینہ و شانہ ہمہ دست و ہمہ زانو
اے حسن مگر حسرتِ پیماں شکنی ہے

فریاد اسد بےنگہی ہائے بتاں سے[1]
سچ کہتے ہیں واللہ کہ اللہ غنی ہے

●

کاشانۂ ہستی کہ برانداختنی ہے
یاں سوختنی چارہ گرِ ساختنی ہے
ہے شعلۂ شمشیرِ فنا حوصلہ افگار
اے داغِ تمنا سپر انداختنی ہے
جز خاک بسر کردنِ بے فائدہ حاصل
ہر چند بہ میدانِ ہوس تاختنی ہے
اے بے‌ثمراں حاصلِ تکلیفِ دمیدن
گردن بہ تماشائے گل افراختنی ہے
ہے سادگیِ ذہن تمنائے تماشا
جائے کہ اسد رنگِ چمن باختنی ہے

●

گلستاں بے تکلّف پیشِ پا افتادہ مضموں ہے
جو تو باندھے کفِ پا پر حنا آئینہ موزوں ہے

۱- مفتی انوالحق کے مطبوعہ نسخے میں یہ مصرع یوں ہے:
فریاد اسد ہے نگہی ہائے بتاں سے
اس صورت میں مصرع مہمل معلوم ہوتا ہے، اس لیے یہاں متن میں مطبوعہ نسخے کی ہو بہو نقل کے بجائے یہ مصرع نسخۂ عرشی سے لیا گیا ہے۔

بہارِ گل دماغِ نشۂ ایجادِ[1] مجنوں ہے
ہجومِ برق سے چرخ و زمیں یک قطرۂ خوں ہے
رجوعِ گریہ سوئے دل خوشا سرمایۂ طوفاں
بر انگشتِ حسابِ اشک ناخن نعلِ واژوں ہے
عدم وحشت سراغ و ہستی آئیں بندِ رنگینی
دماغِ دو جہاں پر سنبل و گل یک شبیخوں ہے
تماشا ہے علاجِ بے دماغی ہائے دل غافل
سویدا مردمِ چشمِ پری نظّارہ افسوں ہے
فنا کرتی ہے زائل سرنوشتِ کلفتِ ہستی
سحر از بہرِ شست و شوئے داغِ ماہ صابوں ہے
اسد ہے آج مژگانِ تماشا کی حنابندی
چراغانِ نگاہ و شوخیِ اشکِ جگر گوں ہے

●

منّت کشی میں حوصلہ بے اختیار ہے
دامانِ صد کفن تہِ سنگِ مزار ہے

۱- مفتی انوار الحق کے نسخے میں یہ لفظ 'ایجاء' چھپا ہے اور افسوس ہے کہ میرے اپنے لکھے ہوئے اشارات میں اس لفظ کی تصحیح محفوظ نہیں ہے - 'ایجاء' چونکہ صراحۃً غلط ہے اس لیے یہاں یا تو 'ایجاز' لکھ دینا ممکن تھا اور یا 'ایجاد' - پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں پروفیسر شیرانی کا جو مخطوطہ محفوظ ہے ، اس میں یہ لفظ ''ایجاد'' لکھا ہے - میں نے اسی سند پر اس لفظ کو ''ایجاد'' بنا دیا ہے -

عبرت طلب ہے حلِّ معمّائے آگہی
شبنم گدازِ آئنۂ اعتبار ہے

ہے ذرہ ذرہ تنگیِ جا سے غبارِ شوق
گر دام یہ ہے وسعتِ صحرا اشکار ہے
خجلت کشِ وفا کو شکایت نہ چاہیے
اے مدّعی طلسمِ عرق بے غبار ہے
کس کا سراغِ جلوہ ہے حیرت کو اے خدا
آئینہ فرشِ شش جہتِ انتظار ہے
چھڑکے ہے شبنم آئنۂ برگِ گل پر آب
اے عندلیب وقتِ وداعِ بہار ہے
کیفیتِ ہجومِ تمنّا رسا اسد
خمیازہ ساغرِ مئے رنجِ خمار ہے

●

گدائے طاقتِ تقریر ہے زباں تجھ سے
کہ خامشی کو ہے پیرایۂ بیاں تجھ سے
فسردگی میں ہے فریادِ بیدلاں تجھ سے
چراغِ صبح و گلِ موسمِ خزاں تجھ سے
بہارِ حیرتِ نظّارہ سخت جانی سے
حنائے پائے اجل خونِ کشتگاں تجھ سے
پری بہ شیشہ و عکسِ رخ اندر آئینہ
نگاہِ حیرتِ مشّاطہ خوں فشاں تجھ سے

طراوتِ سحر ایجادیِ اثر یک سُو
بہارِ نالہ و رنگینیِ فغاں تجھ سے
چمن چمن گلِ آئینہ در کنارِ ہوس
امید محوِ تماشائے گلستاں تجھ سے

نیاز پردۂ اظہارِ خود پرستی ہے
جبینِ سجدہ فشاں تجھ سے آستاں تجھ سے
بہانہ جوئیِ رحمت کمیں گرِ تقریب
وفائے حوصلہ و رنجِ امتحاں تجھ سے

اسد بہ موسمِ گل در طلسمِ کنجِ قفس
خرام تجھ سے صبا تجھ سے گلستاں تجھ سے

●

جس جا نسیم شانہ‌کشِ زلفِ یار ہے
نافہ دماغِ آہوئے دشتِ تتار ہے
دل مت گنوا خبر نہ سہی سیر ہی سہی
اے بے دماغ آئنہ تمثال‌دار ہے

زنجیر یاد پڑتی ہے جادے کو دیکھ کر
آس چشم سے ہنوز نگہ یادگار ہے
بے پردہ سوئے وادیِ مجنوں گزر نہ کر
ہر ذرّے کے نقاب میں دل بے قرار ہے

سودائیِ خیال ہے طوفانِ رنگ و بو
یاں ہے کہ داغِ لالہ دماغِ بہار ہے

بھونچال میں گرا تھا یہ آئینہ طاق سے
حیرت شہیدِ جنبشِ ابروئے یار ہے
حیراں ہوں شوخیِ رگِ یاقوت دیکھ کر
یاں ہے کہ صحبتِ خس و آتش برار ہے

اے عندلیب یک کفِ خس بہرِ آشیاں
طوفانِ آمد آمدِ فصلِ بہار ہے
غفلت کفیلِ عمر و اسد ضامنِ وفا
اے مرگِ ناگہاں تجھے کیا انتظار ہے

●

حکمِ بیتابی نہیں اور آرمیدن منع ہے
باوجودِ مشقِ وحشت‌ہا رمیدن منع ہے
شرم آئینہ‌تراشِ جبہۂ طوفان ہے
آب گردیدن روا لیکن چکیدن منع ہے

بیخودی فرمانروائے حیرت آبادِ جنوں
زخم دوزی جرم و پیراہن دریدن منع ہے
مژدۂ دیدار سے رسوائیِ اظہار دُور
آج کی شب چشمِ کوکب تک پریدن منع ہے

بیمِ طبعِ نازکِ خوباں سے وقتِ سیرِ باغ
ریشۂ زیرِ زمیں کو بھی دویدن منع ہے

یار معذورِ تغافل ہے عزیزاں شفقتے
نالۂ بلبل بہ گوشِ گل شنیدن منع ہے

مانعِ بادہ کشی ناداں ہے لیکن اے اسد
بے ولائے ساقیِ کوثر کشیدن منع ہے

●

قتلِ عشّاق نہ غفلت کشِ تدبیر آوے
یارب آئینہ بہ طاقِ خمِ شمشیر آوے

بالِ طاؤس ہے رعنائیِ ضعفِ پرواز
کون ہے داغ کہ شعلے کا عناں گیر آوے

عرضِ حیرانیِ بیمارِ محبّت معلوم
عیسیٰ آخر بہ کفِ آئنہ تصویر آوے

ذوقِ راحت اگر احرامِ تپش ہو جوں شمع
پائے خوابیدہ بہ دلجوئیِ شبگیر آوے

اس بیاباں میں گرفتارِ جنوں ہوں کہ جہاں
موجۂ ریگ سے دل پائے بہ زنجیر آوے

وہ گرفتارِ خرابی ہوں کہ فوّارہ نمط
سیلِ صیّادِ کمیں خانۂ تعمیر آوے

سرِ معنی بہ گریبانِ شقِ خامہ اسد
چاکِ دل شانہ کشِ طرّۂ تحریر آوے

●

تا چند نفس غفلتِ ہستی سے بر آوے
قاصد تپشِ نالہ ہے یارب خبر آوے[1]

ہے طاقِ فراموشیِ سودائے دو عالم
وہ سنگ کہ گلدستۂ جوشِ شرر آوے

درد آئنہ کیفیّتِ صد رنگ ہے یارب
خمیازہ طربِ ساغرِ زخمِ جگر آوے

جمعیّتِ آوارگیِ دید نہ پوچھو
دل تا مژہ آغوشِ وداعِ نظر آوے

اے پرزہ دوی منّتِ تمکینِ جنوں کھینچ
تا آبلہ محمل کشِ موجِ گہر آوے

زاہد کو جنوں سبحۂ تحقیق ہے یا رب
زنجیریِ صد حلقۂ بیرونِ در آوے

وہ تشنۂ سرشارِ تمنّا ہوں کہ جس کو
ہر ذرّہ بہ کیفیّتِ ساغر نظر آوے

۱۔ مفتی انوارالحق کے مطبوعہ نسخے میں اس مصرع کی صورت یہ ہے:

قاصد تپشِ نالہ سے یا رب خبر آوے

مولانا عرشی نے ''سے'' کو سہو کاتب بتایا ہے اور مصرع کو وہ صورت دی ہے جو یہاں متن میں اختیار کی گئی ہے۔

تمثالِ بتاں گر نہ رکھے پنبۂ مرہم
آئینہ بہ‌عریانیِ داغِ جگر آوے
ہر غنچہ **اسد** بارگہِ شوکتِ گل ہے
دل فرشِ رہِ ناز ہے **بیدل** اگر آوے

●

خموشیوں میں تماشا ادا نکلتی ہے
نگاہ دل سے ترے سرمہ سا نکلتی ہے
بہ حلقۂ خمِ گیسوے راستی آموز
دہانِ مار سے گویا صبا نکلتی ہے
برنگِ شیشہ ہوں یک گوشۂ دلِ خالی
کبھی پری مری خلوت میں آ نکلتی ہے
فشارِ تنگیِ صحبت سے آتی ہے شبنم
صبا جو غنچے کی خلوت میں جا نکلتی ہے
نہ پوچھ سینۂ عاشق سے آبِ تیغِ نگاہ
کہ زخمِ روزنِ در سے ہوا نکلتی ہے
اسد کو حسرتِ عرضِ نیاز تھی دمِ قتل
ہنوز یک سخنِ بے صدا نکلتی ہے

●

چار سوئے عشق میں صاحب‌دکانی مفت ہے
نقد ہے داغِ دل اور آتش زبانی مفت ہے

زخمِ دل پر باندھیے حلوائے مغزِ استخواں
تندرستی فائدہ اور ناتوانی مفت ہے
نقدِ انجم[1] تا بہ کے از کیسہ بیروں ریختن
یعنی اے پیرِ فلک شامِ جوانی مفت ہے
گر نہیں پاتا درونِ خانہ ہر بیگانہ جا
ہر درِ نکشودۂ دل پاسبانی مفت ہے
چونکہ بالائے ہوس پر ہر قبا کوتاہ ہے
ہر ہوسہائے جہاں دامن فشانی مفت ہے
یک نفس پر یک نفس جاتا ہے قسطِ عمر میں
حیف ہے اُن کو جو کھوویں زندگانی مفت ہے
مال و جاہ و دست و پائے زر خریدہ ہیں **اسد**
پس بہ دلہائے دگر راحت رسانی مفت ہے

●

بے تابیِ یادِ دوست ہم‌رنگِ تسلّی ہے
موجِ تپشِ مجنوں محمل‌کشِ لیلی ہے
کلفت‌کشیِ ہستی بدنامِ دو رنگی ہے
یاں تیرگیِ اخترِ خالِ رخِ زنگی ہے

۱- مفتی انوارالحق کے نسخے میں (نیز نسخۂ عرشی میں) ''نقد رنجم'' چھپ گیا ہے - ظاہر ہے کہ اسے ''نقدِ انجم'' پڑھنا چاہیے -

دیدن ہمہ بالیدن گردن[1] ہمہ افسردن
خوشتر ز گل و غنچہ چشم و دلِ ساقی ہے
وہمِ طربِ ہستی ایجادِ سیہ مستی
تسکیں دہِ صد محفل یک ساغرِ خالی ہے
زندانِ تحمّل میں مہمانِ تغافل ہیں
بے فائدہ یاروں کو فرقِ غم و شادی ہے
ہووے نہ غبارِ دل تسلیمِ زمیں گیری
مغرور نہ ہو ناداں سر تا سرِ گیتی ہے
رکھ فکرِ سخن میں تو معذور مجھے غالب
یاں زورقِ خودداری طوفانیِ معنی ہے

●

آئینہ کیوں نہ دوں کہ تماشا کہیں جسے
ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے
ہے انتظار سے شرر آبادِ رستخیز
مژگانِ کوہکن رگِ خارا کہیں جسے
حسرت نے لا رکھا تری بزمِ خیال میں
گلدستۂ نگاہ سویدا کہیں جسے
کس فرصتِ وصال پہ ہے گل کو عندلیب
زخمِ فراق خندۂ بے جا کہیں جسے

۱- عرشی : ”کردن“ ۔

ہے تار و پودِ فرشِ تبسّم بہ بزمِ عیش
صبحِ بہار پنبۂ مینا کہیں جسے
پھونکا ہے کس نے گوشِ محبت میں اے خدا
افسونِ انتظار تمنّا کہیں جسے
یارب ہمیں تو خواب میں بھی مت دکھائیو
یہ محشرِ خیال کہ دنیا کہیں جسے
سر پر ہجومِ دردِ غریبی سے ڈالیے
وہ ایک مشتِ خاک کہ صحرا کہیں جسے
ہے چشمِ تر میں حسرتِ دیدار سے نہاں
شوقِ عناں گسیختہ دریا کہیں جسے
غالب برا نہ مان جو واعظ برا کہے
ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے

●

شبنم بہ گلِ لالہ نہ خالی ز ادا ہے
داغِ دلِ بے درد نظر گاہِ حیا ہے
دل خوں شدۂ کشمکشِ کثرتِ اظہار
آئینہ بدستِ بتِ بدمستِ حنا ہے
تمثال میں تیری ہے وہ شوخی کہ بصد ذوق
آئینہ بہ اندازِ گل آغوش کشا ہے
قمری کفِ خاکستر و بلبل قفسِ رنگ
اے نالہ نشانِ جگرِ سوختہ کیا ہے

مجبوریِ دعوائے گرفتاریِ الفت
دامن تہِ سنگ آمدہ احرامِ وفا ہے

سررشتۂ بے تابیِ دل در گرہِ عجز
پرواز بہ خوں خفتہ و فریاد رسا ہے

اے پرتوِ خورشیدِ جہاں تاب ادھر بھی
سایے کی طرح ہم پہ عجب وقت پڑا ہے

معلوم ہوا حالِ شہیدانِ گزشتہ
تیغِ ستم آئینۂ تصویر نما ہے

بیگانگیِ خلق سے بیدل نہ ہو **غالب**
کوئی نہیں تیرا تو مری جان خدا ہے

●

اگر گُل حسن و اُلفت کی بہم جوشیدنی جانے
پرِ بلبل کے افسردن کو دامن چیدنی جانے

فسونِ حُسن سے ہے شوخیِ گلگونہ آرائی
بہار اِس کی کفِ مشّاطہ میں بالیدنی جانے

نوائے بلبل و گل پاسبانِ بے دماغی ہے
بہ یک مژگانِ خوباں صد چمن خوابیدنی جانے

زہے شب زندہ دارِ انتظارستاں کہ وحشت سے
مژہ در پیچکِ مہ سوزن آسا چیدنی جانے

خوشا شوقے کہ جوشِ حیرتِ اندازِ قاتل سے
نگہ شمشیر میں جوں جوہر آرامیدنی جانے

جفا شوخ و ہوس گستاخِ مطلب ہے مگر عاشق
نفس در قالبِ خشتِ لحد دزدیدنی جانے

نوائے طائرانِ آشیاں گم کردہ آتی ہے
تماشائے کہ رنگِ رفتہ بر گردیدنی جانے

اسد جاں نذرِ الطافے کہ ہنگامِ ہم آغوشی
زبانِ ہر سرِ مُو حالِ دل پرسیدنی جانے

●

سوختگاں کی خاک میں ریزشِ نقشِ داغ ہے
آئنۂ نشانِ حال مثلِ گلِ چراغ ہے

لطفِ خمارِ مے کو ہے در دلِ ہمدگر اثر
پنبۂ شیشۂ شراب کفِ بہ لبِ ایاغ ہے

مفتِ صفائے طبع ہے جلوۂ نازِ سوختن
داغِ دلِ سیہ دلاں مردمِ چشمِ زاغ ہے

رنجشِ یارِ مہرباں عیش و طرب کا ہے نشاں
دل سے اٹھے ہے جو غبار گردِ سوادِ باغ ہے

شعر کی فکر کو **اسد** چاہیے ہے دل و دماغ
عذر کہ یہ فسردہ دل بے دل و بے دماغ ہے